اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وهو فی الآخرة من الخاسرین

(ترجمہ) اور جو کوئی چاہے سوا دین اسلام کے اور کوئی دین سو اس سے (وہ) ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں خراب ہیگا

عجب رسوم ہیں دنیا میں دنیا داروں کی
کہ کرتے ہیں اور سمجھتے ثواب بھی ہیں

رسوم مسلمین

۱۳۶۲ھ

حسب فرمائش احباب

مصنفہ خادم المسلمین ابوالمجد محمد عماد الدین مجد عفی عنہ تعلقدار [illegible] مددگار وظیفہ یاب سابق [illegible]

قیمت ۸/

مشیر دکن پریس

کیا آپ جانتے ہیں کہ

ہمارے مطبع میں ہر قسم کا کام نہایت
عمدگی کے ساتھ اور وقت کی
پابندی سے کیا جاتا ہے

[illegible]
ء 19

انگریزی اردو، تلنگی ہندی میں
طباعت کا کام ہمارے یہاں کفایت
سے کیا جاتا ہے

ایک دفعہ ہماری خدمات بھی حاصل کیجئے

مشیر دکن اسٹیم پریس گیگوڑہ حیدرآباد دکن

فہرست مضامین رسوم المسلمین

ختم شد

پیش لفظ

لاریب۔ بانی شریعت بیضا نے جن اصولوں کو مرتب کر کے ہمیں دیا تھا وہ ایسے نہ تھے کہ ان پر عمل ہم کریں اور ان کی سریع الاثری سے بے خبر رہیں۔ اوراق تاریخ ہی نہیں بلکہ واقفانِ دین متین جانتے ہیں کہ انہی پاک اصولوں پر عمل کرنیوالے کیا سے کیا ہو گئے۔ صرف اسی وجہ سے آج ہم اپنی مایوسیوں۔ بربادیوں اور ان کی کامرانی کامیابیوں کو دیکھتے ہوئے کہنے پر مجبور رہیں کہ وہ وقت اور تھا۔ اب وہ وقت نہیں رہا۔ یہی وہ زبردست غلطی ہے جس نے ہمیں قعر مذلت میں ڈال دیا ہے۔ حالانکہ دین کامل حیات جاوِدانی بھی رکھتا ہے۔ امتداد زمانہ اس کے اثرات کو کمزور نہیں کر سکتا۔ اس میں وہی اثر ہے جو آج سے تیرہ سو برس پہلے تھا۔ مگر وائے افسوس ہماری کم عقلی پر کہ ہم نے تجسس سے گریز کیا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ ہمارے دماغ سکون پسند ہو گئے ہمارا استعجاب ختم ہو کر رہ گیا۔ اور ہم نے اپنی اس کمزوری کا الزام مذہب کے پاک اصولوں پر یہ کہکر رکھدیا کہ وہ فرسودہ ہو گئے ہیں ایک نہیں بیس نہیں۔ ایک لاکھ نہیں بلکہ اب بھی کروڑوں بندگان خدا دنیا میں موجود ہیں جو صرف یہ جانتے ہی نہیں بلکہ اس پر تجربہ کامل رکھتے ہیں کہ دین اسلام کے اصول ایسے نہیں ہیں کہ مثل حدید کہنہ زنگ آلود ہو جائیں۔ کیونکہ وہ اس ذات لایزال کے مرتب کئے ہوئے ہیں کہ جو کبھی نہیں مٹ سکتی اور نہ اس کا وعدہ کبھی جھوٹا ہو سکتا ہے۔ یہ اس کا وعدہ ہے (وعدہ کی تصدیق میں تیرہ سو سالہ تجربہ شاہد ہے)۔

کہ میرے مرتب کئے ہوئے اصول کبھی کسی انسان کے ہاتھوں متغیر نہ ہو سکیں گے۔

پھر یہ سب کچھ کیا ہے۔ حاملین اصول کی ذلالت، تباہی، فلاکت، بے راہروی کیا ان سب اسباب کا الزام خالق اصولات مقدسہ پر لگایا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ ہمارے اپنے ہاتھوں سے خریدی ہوئی مصیبتیں ہیں اور اپنے منہ سے مانگی ہوئی بلائیں جو آج ہم پر بے طرح مسلط ہو رہی ہیں۔ اور مر و تسمہ پا بن کر ہماری آزادی سیاست اور ہمارے اطمینان کا گلا گھونٹ رہی ہیں۔ اس بلاؤں سے نجات کی صرف ایک صورت ہے وہ یہ کہ صرف ہم ان زریں اصولوں اور مقدس کتاب کو عمیق نظر سے دیکھیں سمجھیں مگر یہ ہو گا کس طرح؟ اس قسم کی سب کتابیں ہمارے لئے شارٹ ہینڈ (؟) بن کر رہ گئی ہیں۔ اس کا حل اس صورت میں سوچا جا سکتا تھا اگر ہمارے پاس شارٹ ہینڈ سمجھنے کی لغت ہوتی۔ ہمارے دماغ تو اس قدر ناکارہ ہو گئے کہ اس لغات کو بھی پڑھ نہیں سکتے۔ اب صرف اس کے حل کی ایک صورت باقی ہے کہ ہم اپنے آپ کو طالب علم خیال کرتے ہوئے اُن بزرگوں کے سامنے زانوے ادب تہہ کریں جو آج بھی مثل سابق ہر مقام پر دو چار نظر آتے ہیں۔ جس کو ہمارا نوجوان طبقہ پرانے لوگ کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ جن کی منور صورتیں ان کی تاریک آنکھوں میں تاریک دکھائی دیتی ہیں۔ اس لئے کہ وہ ہمیں دلیرانہ انداز میں تمام اعتراضات کے تصور سے بیگانہ ہو کر صراط غلط سے ہاتھ پکڑ کر

روک دیتے ہیں قابل مبارکباد ہے وہ زمین جہاں اب بھی ایسی بزرگ ہستیاں موجود ہیں۔ مبارک ہے وہ قوم جس میں کوئی بھی ایسی برگزیدہ ہستی موجود ہے جو اس کو وقتاً فوقتاً احکام خداوندی کے تحت اس کے نیک اصولوں بھولے ہوئے قوانین پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتی رہتی ہے۔ پوچھو اُن سے جن میں کوئی ایسی ہستی موجود نہیں۔ اگر ہے بھی تو وہ بھی معصیت سے کچھ نہ کچھ آلودہ ضرور ہے۔ اگر قوم سو فیصد ہے تو وہ ضرور پچیس فیصد ہوگی۔ آپ کے سامنے اقوام عالم موجود ہیں۔ ذرا دیکھئے۔ اُن کے حالات کا جائزہ لیجئے۔ وہ کس قدر بھٹکی ہوئی ہیں۔ کوئی جائے سکون ان کے لئے موجود نہیں۔ آپ کے لئے تو کہیں نہ کہیں سے آواز آہی جاتی ہے کہ وَاللّٰہُ مَعَکَ جس سے آپ کی ٹوٹی ہوئی ہمتیں بحال ہو جاتی ہیں۔ آپ کا سر ہزاروں بیقراریاں لئے ہوئے ہر جگہ نہیں ٹکراتا بلکہ آخر کار ایک ہی دروازہ پر گرتا ہے۔ مگر ——— اس آواز کے سننے کے لئے کان پیدا کیجئے اور اپنی توجہات کو اس طرف منعطف کر دیجئے پھر انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ آپ ہی میں ایسے مقدس حضرات عمرؓ و خالدؓ پیدا ہوں گے اور عثمانؓ و صدیقؓ ظاہر ہوں گے جو اسلاف کے خلف الصدق ثابت ہوں گے۔ اس وقت مسلمانوں کی معاشی حالت بوجہ رسومات غیر ضروریہ جس قدر خراب ہے وہ مخفی نہیں۔ اس سے ہر چھوٹا بڑا متاثر ہے مگر یہ کوئی نہیں جانتا کہ اس کے اسباب کیا ہیں۔ ہماری بدقسمتی سے اگر ہمارے ذہن میں کبھی اس کا علاج آ بھی جاتا ہے تو وہ مزید اس مرض میں اضافہ کر دیتا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم اس مرض کی تشخیص نہیں کر سکتے۔ اس مرض سے متعلق نبض کی حرکات سے ہمارے عام طبیب بے خبر ہیں۔ وہ فاقہ کے مریض کو مزید فاقہ کرا کے علاج کرنا چاہتے ہیں۔ وہ آگ کے جلے کو اور آگ میں جلا کر تدارک کی صورت پیدا کرتے ہیں آج ہر طرف اس قسم کے طبیب نظر آئیں گے۔ ان کی کم فہمی کا احساس ہر ایک مریض کے دل میں پیدا تو ہوتا ہے مگر اس سے گریز کرنے میں ہماری بزدلی اور کم ہمتی حائل ہوتی ہے عام مسلمانوں سے التجا ہے کہ وہ ہر ایسے طبیب کو پرکھنے کی کوشش کریں جو آپ کو صرف کتاب اللہ کی ظاہری جلد دکھا کر یہ کہتا ہے کہ — میں اسی کتاب میں سے نسخہ تجویز کروں گا۔ مگر آپ کو کتاب کھول کر نہیں دکھاتا کیونکہ جلد کے اندر وہ کتاب نہیں ہوتی جس کا نام جلد کے اوپر موجود ہے۔

حضرت مولانا ابو المجد محمد عماد الدین مجد اُن بزرگان دین میں سے ہیں جو ایک طالب علم کی حیثیت سے دین فطرت کو جانچتے ہیں۔ اور اپنے پہلو میں ایک دردمند دل رکھتے ہیں۔ آپ نے مسلمانوں کے موجودہ امراض کی تشخیص فرمائی۔ اللہ کے فضل سے آپ کی تشخیص غلط نہیں۔ آپ نے جو رسوم المسلمین کو ان کی معاشی حالت کے خراب ہونے کا باعث گردانا ہے یہ آپ کی تشخیص کامل و استدلال جید کا بیّن ثبوت ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ بیمار قوم اس تدارک سے فائدہ حاصل کرے گی۔ اور مولانا محترم کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے انہیں اس بات پر مجبور کریگی کہ وہ اپنی دیگر تصانیف کو بھی جلد منظر عام پر لائیں۔ آخر میں میری دعا ہے کہ خدائے برتر مولانا محترم کی اس جائز محنت کا اجر عظیم اور اچھا ثمر عطا فرمائے (آمین) خادم قوم سید راشد البخاری
(جرنلسٹ)



نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الحمد للہ رب العالمین الصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم المرسلین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

اسلام نے اپنی سیدھی سادھی تکلفات سے بے نیاز معاشرت میں جو رسوم پیدائش سے مرتے دم تک جائز رکھے وہ اقتصادیات ومعاشیات انفرادی کے دائرہ میں محدود ہیں۔ اگر اُن کی پابندی کی جائے تو سیکڑوں کا صرفہ ہو نہ بختاور لال کی ڈگری اپنے اور سارے کنبے کی بدبختی کا باعث ہو اور نہ اللہ تعالیٰ کے پاس اخوان الشیاطین ومغضوبین کی سیاہ فہرست میں داخل ہوں۔ یہہ طریقے ایسے سیدھے سادھے کہ کسی پر کچھ بار نہیں۔ اور مساوات بھی ایسی کہ وہی رسم ایک امیر بھی ادا کرسکتا ہے اور وہی ایک غریب بھی اور اگر پاس کچھ نہ ہو تو اس کی انجام دہی کا کوئی انقیاد نہیں۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں حقیقتاً انسان کو تین ہی مراحل پیش آتے ہیں۔ پہلے پیدائش دوسرے شادی۔ تیسرے موت۔ اور ان

تینوں کے لئے شریعت نے علیحدہ علیحدہ احکام صادر فرمائے ہیں مگر اس وقت مسلمانان ہند کے پاس پیدائش کے قبل سے جو رسوم شروع ہوتے ہیں وہ مرنے کے بعد بھی نت نئے انداز و طریقہ سے جاری رہتے ہیں۔ اگر اس پر ان سے کوئی کہے کہ یہہ رسوم خلاف شرع ہیں تو جواب ملتا ہے کہ دنیوی کاروبار میں شریعت کو کیا دخل ہے مگر ان کا یہہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ بانئ اسلام علیہ السلام نے بلحاظ بشریت دنیاوی کاروبار و اُخروی ہر ایک چھوٹے بڑے کام اور اس کی انجام دہی کا طریقہ بتلا دیا۔ مثلاً معاشرت میں کھانے پینے پہننے اوڑھنے۔ خوشی غمی عید برات وغیرہ کے احکام ہیں تو سیاسیات میں ملک گیری۔ ملک داری۔ رعایا کی دادرسی وغیرہ کے طریقہ بتلائے۔ اور عبادات میں نماز روزہ۔ حج۔ زکواۃ۔ مگر اس میں فی زمانتا سیاسیات غیر کے ہاتھ میں ہے البتہ احکام معاشرت و عبادت کی پابندی ہر مسلمان پر فرض و لازم ہے۔

دین اکمل کی معاشرت میں حیات سے ممات تک ہر چھوٹی بڑی ضرورت اور اس کے ارتفاع کے سہل الحصول طریقہ مدون و موجود ہیں واحسرتا! کہ اس کی جانب کوئی متوجہ نہیں بلکہ اُلٹے چھٹی۔ چھلہ۔ جھولے کی رسم۔ بسم اللہ پابندی سے مناتے اور خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے بہت بڑا کام کیا۔ برادری و احباب میں نام کیا۔ حالانکہ شرعاً یہ رسوم جائز نہ ان کا کھانا یا کھلانا جائز بلکہ ان خرافات کا ادا کرنا اسوۂ حسنہ نبی کریم صلعم

کی صریح خلاف ورزی اور شرک فی الرسالت ہے۔ ؎

نامِ حضرتؐ پہ انگوٹھے چومیں حکمِ حضرتؐ سے ہیں دل سے بیزار (شہید وکھنی)

چنانچہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا ارشادِ مبارک ہے کہ

وَمَا آتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ

(ترجمہ) یعنی جو چیز (حکم) تمہارے رسول تم کو دیں بس لے لو (قبول کرکے اس پر عمل کرو) اور جس چیز سے تم کو منع کریں بس اس کو چھوڑ دو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ سخت عذاب کرنے والا ہے۔

اگر مسلمان ما و شما کے رسوم کو چھوڑ کر اپنے مذہبی رسومات کی پابندی کریں تو یقیناً دنیا میں غریب امیر اور امیر امیر الامراء ہو جائیں اور عاقبت میں اتباعِ سنتِ نبوی سے اپنے آقائے نامدارؐ کے ہم رکاب جنت میں رہیں جیسا کہ ترمذی شریف میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیْ فِی الْجَنَّۃِ

یعنی جس نے میری سنت کو دوست رکھا (عمل کیا) بس بیشک اس نے مجھ کو دوست رکھا اور جس نے مجھ کو دوست رکھا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

راہِ سنت یہی ہے کہ رسول اکرم صلعم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں بمعاشرت جیسے کھائے پیئے پہنے اوڑھنے۔ رسوم پیدائش و شادی غمی انجام دیئے۔ عید برات منائے۔ ملے جلے۔ آداب اخلاق سے پیش آئے۔ بعبادت۔ نماز، روزہ۔ حج و زکوٰۃ ادا فرمائے۔ غرض زندگی کے ہر شعبہ میں جو جو کام آپ سے صادر ہوئے اُن کو اپنا نمونہ قرار دے کر اوسی نمونہ کے موافق دیتے

ہی کام کرنا اور اُسی نمونہ کو جناب باری تعالیٰ شانہٗ نے بھی پسند فرما کر ارشاد فرماتا ہے کہ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ترجمہ۔ تمہارے لئے پیروی کا ایک بہترین نمونہ رسول اللہ میں ہے۔

شمع رسالت کے پروانے (صحابۂ کرامؓ) نہایت شدت سے راہ سنت کی پابندی کرتے تھے جس کی وجہ سے دنیا میں مالا مال اور آخرت میں جنت کی بشارتوں سے خوشحال رہے اور ان کے بعد تابعینؒ و تبع تابعینؒ بھی ادائے سنت کے دلدادہ رہے وہ بھی مشرق سے مغرب و جنوب سے شمال تک قابض و متصرف اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں میں شمار کئے گئے اور اس کے بعد سے جیسا جیسا زمانہ گذرتا گیا ویسا ویسا بجائے طریقہ سنت کے بدعات اور ایرے غیرے و من گھڑت رسوم جگہ پاتے گئے۔ اور اب تو مسلماناں در گور مسلمانی در کتاب کوئی مسنون رسم ادا ہوتے نظر نہیں آتی۔ حالانکہ ایسے خلاف ورزیوں کے متعلق اللہ جل شانہٗ کا سخت عتاب صادر ہے کہ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ترجمہ۔ جو شخص رسولؐ کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ اس کو امر حق ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا رستہ چھوڑ کر دوسرے طریقہ پر چلے گا تو ہم اس کو جو کچھ کرتا ہے کرنے دیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ جانے کی بُری جگہ ہے۔ اس سخت دھمکی سے کلیجہ دہل جاتا ہے اللہ تعالیٰ اپنا رحم فرمائے

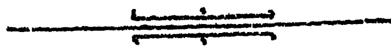
سچی بات تو یہ ہے کہ جب سے مسلمانوں نے اتباع سنت کو خیرباد کہا

اس وقت سے وہ خیر و برکت ہی نہیں اُٹھ گئی بلکہ افلاس وادبار نے نہیں چاروں طرف سے ایسا دبوچا کہ سر نہیں اُٹھا سکتے اور وہ وہ مصائب و آلام پیش آرہے ہیں کہ دنیا ہی اون کے لئے جہنم سے کچھ کم نہیں اور پھر اُس پر یہ عتاب خداوندا تیری پناہ ۔

اے اُمتِ مرحومہ کے فرزندو۔ تم کو خداوند تبارک وتعالیٰ نے کیسے کیسے ملک و مال و اعزاز و مراتب سے سرفراز فرمایا کہیں تو تم کو خیر اُمت کے لقب سے اور کہیں تو تم کو علمی ذمہ داری کی وجہ شاہد سے مخاطب فرمایا۔ اس اعزاز کے بعد یہ ذہنی شرم! شرم!! شرم!!!

پس اب خواب غفلت سے بیدار ہو ابھی وقت باقی ہے بہت کچھ کر سکتے ہو اُٹھو اور بہت جلد اُٹھو اپنے ہر کام کو میزان سنت میں تولو جہاں کہیں کمی زیادتی ہے وہاں سُنت کی تکمیل پوری کرو اور ہر سنت کی ایک بات پر نظر رکھکر دل سے پابندی کرکے سلف الصالحین کے خلف الصدق بن جاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ کے پاس اپنے اعزاز بحال رکھنے کا صرف یہی ایک طریقہ (راہ سنت ہے) اس کے بعد دیکھو گے کہ انشاء اللہ تعالیٰ کوئی تمہارے پاسنگ میں بھی نہ آئے گا ۔

مسلماں کی نظر میں ذرّ سنت کا ہر نقطہ ٭ دل دانش ہی نجم سعد ہی مہر سلیماں ہے



(الف) پیدائشی رسوم

(۱) بچہ پیدا ہونے کے بعد نہلانا۔

سلیمان بن عامر الضبی رض نے آنحضرت صلعم کو فرماتے سنا کہ لڑکے کی ولادت کے ساتھ عقیقہ ہے تو اس کی طرف سے خون بہاؤ اور بالوں وغیرہ کی گندگی دور کرو۔ (مشکوٰۃ شریف باب العقیقہ) و ترجمہ (بخاری)

یہہ حدیث شریف ایسی جامع ہے کہ اس سے پہلے بچہ پیدا ہونے کے بعد چونکہ ماں کے پیٹ سے خون و رطوبت میں لت پت پیدا ہوتا ہے۔ نہلانے کا حکم مترشح ہے کہ غلاظت کس کو اچھی معلوم ہوتی ہے اور بعدہٗ عقیقہ اور مولانا نذیر احمد صاحب دہلوی علیہ الرحمۃ تو اپنی کتاب الحقوق و فرائض کے حصہ دوم صفحہ ۷۶ ایس لکھتے ہیں کہ ختنہ بھی اسی حکم میں داخل ہے۔

(۲) نہلانے کے بعد بچہ کے کان میں اذاں دینا۔

جناب رافع رض اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا امام حسن رض پیدا ہوئے تو آنحضرت نے اُن کے کان میں اذاں فرمائی (مشکوٰۃ شریف باب العقیقہ)

مسند ابو العلی موصلی میں سیدنا امام حسین رض سے منقول ہے کہ جس کے پاس لڑکا پیدا ہو تو اس کے سیدھے کان میں (پوری) اذاں اور بائیں کان میں (پوری) تکبیر کہی جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بچہ مرض ام الصبیان سے

محفوظ رہے گا۔ (مشکوٰۃ شریف باب العقیقہ)

بچہ کے کان میں اذاں و تکبیر کہنا بادی النظر میں ایک بے جوڑ سی بات معلوم ہوسکتی ہے۔ مگر ذرا غور کرنے پر معلوم ہو گا کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہی تو تنگی رحم وغیرہ کی تکلیف سے مضمحل اور تمام اعصاب پست رہتے ہیں جب تک کوئی آواز نہ کی جائے۔ نہ وہ کھلتا اور نہ ہاتھ پاؤں مار کر روتا ہے۔ اس لئے کوئی تو بندوق سر کرتا ہے تو کوئی تھالے اور ٹین کے ڈبے پیٹ کر آوازیں کرتا ہے تاکہ بچہ آوازوں کی طرف متوجہ و مائل ہو کر ہاتھ پاؤں مار کر روئے۔ مگر بجائے ان خرافات کے بمصداق ہم خرما و ہم ثواب اسلام یہ سکھاتا ہی کہ بچہ کے کان میں جیسے نمازوں کے لئے اذاں دیجاتی ہے دیجائے تاکہ اس مقدس صدا سے بچہ کے اوسان ٹھکانے لگیں۔

اذاں بھی ایک قسم کا تفاؤل ہے کہ بچے کے کان میں سب سے پہلے خدا کی توحید اور رسالت کی تصدیق کی آواز پہونچتی ہے جن پر اسلام کا دارو مدار ہے جس سے اُمید ہے کہ انشاءاللہ تعالیٰ وہ بڑا ہونے کے بعد اس کا معتقد بنا رہے گا۔ یہ تجربہ ہے کہ جن کے کان میں حسب طریقہ سنت اذاں و تکبیر کہی گئی ہے وہ بڑے ہونے کے بعد صحیح طریقہ سے کلمۂ طیبہ و قرآن مجید پڑھتے ہیں اور جن کے کان میں اذاں نہیں دیگئی یا جو نو مسلم ہیں اون سے کلمۂ طیبہ کے الفاظ بھی صحیح نہیں نکلتے۔

تحنیک و تبریک یعنی بچہ کے تارخ میں پینڈ کھجور چبا کر لگانا اور

بچہ کے حق میں دعا کرنا۔

ام المومنین بی بی عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں کہ جس وقت کوئی بچہ حضور انور ؐ کے حضور میں حاضر کیا جاتا تو آپ دعا ء برکت یعنی بارک اللہ علیک فرما کر تحنیک فرمادیا کرتے۔ **توضیح**: تحنیک اس کو کہتے ہیں کہ (پینڈ) کھجور یا کوئی اور میٹھی چیز کوئی نیک بخت مسلمان چبا کر بچہ کے حنکِ اعلیٰ میں لگا دے۔

بی بی اسماء بنت ابی بکر رضؓ فرماتی ہیں کہ جب کہ عبداللہ ابن زبیر رضؓ قبا میں پیدا ہوئے تو ان کو میں نے آنحضرت ؐ کے گود میں دے دیا اور آنحضرت نے کھجور طلب کر کے دہن مبارک میں چبا کر عبداللہ بن زبیر رضؓ کے تارخ میں لگا دیا اور دعاء برکت بارک اللہ علیک یا علیہ فرمایا (مشکوٰۃ شریف باب العقیقہ)

تحنیک طبی اصول پر ایک قسم کا میٹھا ملین یا مسہل ہے جس سے وہ فضلہ جو وضع حمل کے پہلے بچہ کے معدہ میں جمع رہتا ہے خارج اور جس سے بچہ کا معدہ صاف ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ہمارے ملک میں بچہ کی پہلی غذا شہد اور بعدہٗ ایرنڈی کا تیل چٹاتے ہیں اس تدبیر سے بچہ کے معدہ میں جو فضلہ ایام حمل کا رہتا ہے وہ خارج ہو جانے سے بچہ تندرست رہتا ہے۔

تحنیک بھی ایک قسم کا تفاؤل ہے کہ بچہ بڑا ہونے کے بعد شیریں کلام ہوگا اور میٹھی میٹھی باتیں کر کے لوگوں کے دلوں کو لبھائے گا اور جو بات کہے اس کا اثر سامعین کے قلوب میں پیدا ہوگا۔

بچہ کے حق میں دعاء برکت کیلئے دعوت

ایسے موقع میں بلا کسی اسراف کے اپنے چند مقدس احباب کو مدعو بھی کیا جاسکتا ہے تاکہ وہ بچہ کے حق میں دعاء برکت کریں۔ چنانچہ معاویہ بن قرہؓ کہتے ہیں کہ جب انہیں ایاسؒ پیدا ہوئے تو انہوں نے چند اصحاب رسول اللہ صلعم کی دعوت کی اور وہ حضراتؓ کھانے کے بعد بچہ کے حق میں دعاء برکت فرمائی اس کے بعد خود معاویہؓ نے کہا کہ اے حضرات اللہ تعالیٰ آپ کی دعاؤں میں برکت دے۔ اب میں دعا کرتا ہوں آپ حضرات آمین فرمائیں۔ چنانچہ خود معاویہؓ نے بچہ کے حق میں دین اور عقل (دنیا) کی دل کھول کر خوب دعائیں کیں اور اصحاب رسول اللہ صلعم آمین کہتے رہے۔ چنانچہ معاویہؓ کہتے ہیں کہ ایاسؒ میں ان دعاؤں کے اثرات پائے جاتے ہیں (ادب مفرد بخاری شریف)

عقیقہ۔ عقیقہ عق سے مشتق ہے جس کے معنی پھاڑنے کے ہیں جیسے سفیدی صبح ظلمت شب کو پھاڑ کر نمودار ہوتی ہے۔ اسی طرح بچہ کی حجامت سے اس کا سر بھی ظلمت بخش بالوں سے صاف و پاک ہو کر ظاہر ہوتا ہے اور اصطلاح میں عقیقہ ان بالوں کا نام ہے کہ بچہ کے سر پر بوقت پیدائش ہوتے ہیں جو ساتویں دن بچہ کی جانب سے بکرا ذبح کر کے مونڈے جاتے ہیں اسی سبب سے مجازاً عقیقہ اس بکرے کو بھی کہتے ہیں کہ جو بچہ کے سر مونڈنے کے وقت ذبح کیا جاتا ہے۔

رسم عقیقہ کب سے جاری ہوئی؟

بریدہؓ بیان فرماتی ہیں کہ ایام جہالت میں ہمارے یہاں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو بکرا ذبح کرکے اس کا خون بچہ کے سر پر لگا دیا جاتا ہے۔ اور جب ظہور اسلام ہوا تو ساتویں دن بچہ کا سر مونڈا اور بکرا ذبح کیا جاتا اور سر کو زعفران لگائی جاتی ہے۔ ابوداؤد شریف میں اسی ساتویں روز نام رکھائی کا بھی حکم زیادہ ہے۔ (مشکوٰۃ شریف باب العقیقہ)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہہ رسم قبل از اسلام رائج تھی اور بعد طلوع آفتاب اسلام بانئ اسلام علیہ السّلام نے (غالباً) اس رسم کو سیاسی نقطہ نظر سے ملاحظہ فرما کر بمصداق خُذْ مَا صَفَاءَ وَدَعْ مَا كَدَرَ یعنی اچھی چیز لے لو اور بُری چیز چھوڑ دو۔

اپنے یہاں بھی مرعی رکھا مگر فرق اتنا فرمایا کہ بجائے بکرے کا خون نجس و متعفن و بدبو لگانے کے زعفران جو مفرح و خوشبودار و گرم ہے پانی میں گھول کر بچہ کے سر کو لگانے کا حکم دیا اور ادائی رسم کے لئے روز پیدائش سے سات روز کی میعاد مقرر فرما دی تاکہ بچہ فی الجملہ سردی و گرمی کی صلاحیت اور حجامت کا تحمل ہو سکے اگر ساتویں روز عقیقہ موانعات سے نہ ہو سکے تو امام شافعیؒ و امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ چودھویں اکیسویں۔ اٹھائیسویں دن اور ایسا ہی آیندہ اسی روز کے حساب سے عقیقہ کیا جاسکتا ہے۔

چنانچہ بعض ضعیف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے بعد از ظہور نبوت (احتیاطاً) اپنا عقیقہ آپ فرما لیا۔

عقیقہ کیا ہے؟

امام محمدؒ نے اپنی موطے میں لکھا ہے کہ عقیقہ رسوم جہالت کے منجملہ ایک رسم تھی جو اوائل اسلام میں بھی رائج رہی اور بعد اجرائی احکام قربانی یہہ رسم منسوخ کر دی گئی۔ مگر تینوں اماموں کے نزدیک عقیقہ سنت اور امام احمدؒ کی روایت سے تو واجب ہے۔ چنانچہ سلمان بن عامر ضبیؓ سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد عقیقہ کرنا سنت ہے۔ پس بچہ کے طرف سے جانور ذبح کیا جائے۔ اور اس کے سر کے بال اور میل وغیرہ دور کیا جائے۔ (بخاری شریف)

عقیقہ کی ذمہ داری ماں باپ کے سر

حسن بصریؒ سمرہؓ سے سن کر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکا عقیقہ کے ساتھ گروی (رہن) ہے پس ساتویں دن (جانور) ذبح کیا جائے۔ اور اس بچہ کا سر منڈایا جائے۔ اور نام رکھا جائے۔ (ختنہ بھی اسی حکم میں داخل ہے) (مشکواۃ شریف باب العقیقہ)

توضیح۔ لڑکا معصوم و غیر مکلف ہے اس کا ارتہان کیا معنی؟ (اس کا معنی) یہ بیانات

کئے گئے ہیں کہ جب تک عقیقہ نہ کیا جائے بچہ نہ ماں باپ کا شفیع ہوگا اور نہ اس کے بھلائی کا کوئی نفع والدین کو ملے گا اور نہ صحت و سلامتی نصیب ہوگی اور نہ آفات و بلیات سے نجات ملے گی پس والدین کو چاہیئے کہ بچہ کا عقیقہ وقت مقررہ پر ادا کرکے فائدہ اٹھائیں۔

احکام عقیقہ

ام کرزؓ سے مروی ہے کہ عقیقہ میں لڑکے کی طرف سے دو بکرے یا بکریاں اور لڑکی کے طرف سے ایک بکری یا بکرا ذبح کیا جائے۔

(مشکوٰۃ شریف باب العقیقہ)

ابوداؤد شریف و نسائی شریف میں یوں آیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جس کے پاس بچہ پیدا ہو تو میں دوست رکھتا ہوں کہ اس کے طرف سے قربانی ادا کی جائے۔ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں یا دو بکرے اور لڑکی کی جانب سے ایک بکری یا ایک بکرا۔ (ترمذی شریف باب العقیقہ)

سیدنا امام محمد باقر بن سیدنا امام زین العابدین بن سیدنا امام حسینؓ بن سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے سن کر روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے سیدنا حسنؓ کے عقیقہ میں ایک بکری ذبح فرمائی اور بی بی فاطمہؓ (صاحبزادی) کو فرمایا کہ بچہ کا سر منڈوا کر بالوں کے ہم وزن چاندی خیرات کردو۔ چنانچہ بی بی فاطمہؓ نے حکم کی تعمیل فرمائی اور بال جو تولے گئے تو ایک درہم یا درہم

سے کچھ کم تھے۔ نوٹ:- درہم ساڑھے تین ماسہ کا ہوتا ہے۔ (ترمذی شریف باب العقیقہ)

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے سیدنا امام حسنؓ وسیدنا امام حسینؓ کے عقیقہ میں ایک ایک دنبہ ذبح فرمایا مگر نسائی شریف کی روایت میں دو دو دنبہ بیان کئے گئے ہیں۔ (مشکواۃ شریف باب العقیقہ)

احادیث مصرحہ بالا میں کہیں یہ حکم نہیں ہے کہ عقیقہ کا گوشت بچہ کے ماں باپ دادا دادی نانا نانی نہ کھائیں اور ادھر بکرا ذبح کیا جائے اور ادھر بچہ کے سر پر اُسترا رکھا جائے دائی و نائی کو سراپا یا بھی وغیرہ مقررہ دئے جائیں یہ سب من گھڑت باتیں لغو ہیں۔ خوشی سے عقیقہ کا گوشت بچہ کے ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی کھا سکتے ہیں۔

دائی و نائی چونکہ یہ خدمت گذار ہیں انہیں بلحاظ خدمت کچھ گوشت وغیرہ دیا جاسکتا ہے اور ساتویں روز بچہ کا سر منڈا اور آگے پیچھے اسی دن بکرا ذبح کیا جاسکتا ہے دونوں کام آن واحد میں شروع ہونے کی ضرورت نہیں۔

لڑکے کی طرف سے دو بکرے یا مینڈھے یا دنبے خواہ نر ہوں یا مادہ اور لڑکی کی جانب سے ایک ذبح کئے جائیں گے۔ لڑکے کے لئے نر اور لڑکی کے لئے مادہ کی خصوصیت نہیں ہے۔

کوئی غریب ہے جس کو لڑکے کے لئے دو دنبے ذبح کرنے کا مقدور نہیں ہے تو وہ عقیقہ میں ایک بکرا ہی ذبح کر سکتا ہے۔ اگر بالکل

محتاج ہے تو عقیقہ کرنے کی ضرورت نہیں انشاء اللہ تعالیٰ بچہ کے بال وناخن بدل عقیقہ ہوں گے جیسا کہ قربانی میں مذکور ہوا۔

عقیقہ کا بکرا یا بکری صحیح وتندرست اور بے عیب ہونا چاہیئے۔ جیسا کہ تختہ جانوران قربانی میں لکھا گیا ہے۔ دعائیں[1] بوقت ذبح وہی پڑھی جائینگی جو قربانی میں پڑھے جاتے ہیں غرض عقیقہ میں وہی احکام ملحوظ رہیں گے جو قربانی میں صادر ہوئے ہیں۔

عقیقہ کا کچا گوشت مثل قربانی کے گوشت کے خیرات وتقسیم کیا جا سکتا ہے یا پکا کر اندر باہر کے لوگ کھا سکتے ہیں مگر امام شافعیؒ تو میٹھا گوشت پکا کر فقیروں کو کھلا دینا تفاؤل سمجھتے ہیں۔

احکام نام رکھائی

رسم نام رکھائی بھی ساتویں دن عقیقہ کے ساتھ ہی ساتھ ہونی چاہیئے یہ رسم حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چلی آ رہی ہے جب آپ ظہور میں آئے تو خداوند تبارک وتعالیٰ نے آپ کو آدم (علیہ السلام) اور آپ کی بیوی کو حوا (علیہ السلام) کے نام سے موسوم فرمایا کیونکہ نام ایک عمدہ ذریعہ شناسائی کا ہے جہاں نام لے لیا کہ اس کی پوری ماہیت ذہن میں آگئی۔ چنانچہ آنحضرتؐ تاکیداً ارشاد فرماتے ہیں کہ بچوں کا

---

[1] دعا ذبح اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِی فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّۃِ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَمِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْکَ وَلَکَ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ یا یوں کہے بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ عَنْ (نام لے)

اچھا نام رکھو کیونکہ دنیا و دین میں بچہ اپنے اور اپنے باپ کے نام سے پکارا جاتا ہے جیسا کہ مشکوٰۃ شریف کے باب الاسامی کی فصل دوم میں ابی درداؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ قیامت میں اپنے اور اپنے باپ کے نام سے پکارے جاؤ گے لہذا اچھے نام رکھو۔ (مشکوٰۃ شریف)

(۱) اچھے نام

اچھے نام رکھنے کے متعلق ابی وہب جشمیؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بچوں کے نام رکھو۔

(الف) انبیا علیہ السلام کے ناموں پر جیسے موسیٰ وعیسیٰ وابراہیم وغیرہ

توضیح۔ آنحضرتؐ کے اسماء گرامی پر بچہ کا نام رکھنا نہایت احسن و مستحب ہے۔ تجربہ سے ثابت ہے کہ جس بچہ کا نام آنحضرتؐ کے نام نامی پر رکھا جاتا ہے وہ بچہ ازبس نیک و خلیق و شیریں زباں ہوتا ہے ؎

لب چمٹ جاتے ہیں کہتا ہی محمد جو کوئی ٭ اور اس نام سی بڑھکر ہمیں میٹھا کیا ہی۔

(ب) بہترین وہ نام ہیں جو کہ عبدیت کیساتھ اللہ تعالیٰ سے منسوب ہوں جیسے عبداللہ و عبدالرحمٰن وغیرہ۔

(ج) یا جو نام مطابق حال وواقعہ کے ہو جیسے حارث یعنی کسب کرنیوالا۔ ہمام یعنی ارادہ کرنیوالا۔ (مشکوٰۃ شریف باب الاسامی)

اس میں شک نہیں ہے کہ بعض مسلمان اپنے بچوں کے نام اسمائے مبارک

انبیاء علیہ السلام پر رکھتے ہیں مگر لاڑ پیار سے بجائے ابراہیم کے ابرو میاں اور بجائے محمدؐ کے ممو میاں پکار کر نام بگاڑ دیتے ہیں یا بعض وقت غصہ میں حقارت سے برا بھلا کہدیا کرتے ہیں جو نہایت گستاخی و بے ادبی ہے اور علاوہ اس کے ان مبارک ناموں کے اثرات بچہ میں آتے ہیں مگر نام کے بگڑ جانے سے وہ اثرات بھی زائل ہو جاتے ہیں لہٰذا مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس کا ضرور خیال و احتیاط رکھیں۔

ے۔ بہترین وہ نام ہیں کہ جو عبدیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے منسوب ہوں۔ اس کے نسبت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ نام عبداللہ و عبدالرحمن ہیں۔ (مشکواۃ شریف باب الاسامی)

مگر افسوس ہے کہ فی زمانہ دیکھا جا رہا ہے کہ پہلے تو ایسے نام ہی کم رکھے جاتے ہیں اگر رکھے بھی گئے تو بچہ ہوشیار ہو کر باہر چلنے پھرنے لگا یا راحباب نے بجائے عبدالرحیم و عبدالکریم کے صرف رحیم و کریم پر حصر کر دیا۔ پورا نام لیکر نہیں پکارتے۔ حالانکہ رحیم و کریم اسماء الحسنیٰ میں شریک ہیں صرف رحیم یا کریم کا پکارنا گویا اللہ ہی کا پکارنا ہے۔ چنانچہ عزیز والی حدیث (جو آگے آنے والی ہے) میں آنحضرتؐ نے صرف عزیز پکارنے سے منع فرما کر عبدالعزیز بدل دیا اور فرمایا کہ عزیز اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ ایسے رحیم و کریم پکارنے والے اور پکارے جانے والے دونوں خواہ مخواہ شرک فی الاسماء الٰہی کے مرتکب ہو رہے ہیں (اللّٰہم احفظ) لہٰذا عبدالکریم و عبدالرحیم کو چاہیئے کہ جب کوئی انہیں

رحیم یا کریم پکارے تو اُسے سمجھادیں کہ بھیا ہمارا نام عبدالرحیم یا عبدالکریم ہے۔ رحیم وکریم اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں۔ ہم اس کے بندے ہیں اس پر بھی رحیم وکریم پکارا جائے تو جواب نہ دیا جائے۔ اگر اس پر بھی کوئی پکارے تو خدا کے واسطے ذرا سنجیدگی سے کام لیں تو اُمید ہے کہ اس تدبیر سے یار احباب عبدالرحیم یا عبدالکریم پکارنے کے عادی ہوجائیں گے۔

۲۔ اسی طرح بچیوں کے نام امتہ اللہ وامتہ الرحمٰن ومریم وعائشہ وفاطمہ وغیرہ رکھے جاسکتے ہیں۔

(۲) بُرے نام

برے نام وہ ہیں کہ جن کے معنوں میں شرک یا بدفالی یا معصیت وخودستائی نکلتی ہو جیسے عاصیہ وعاصی وفلاح ورافع ونافع یا ایسے ویسے نام جیسے پتھرومیاں، گھسیٹوخاں وغیرہ بدترین وہ نام ہیں کہ جن میں کبرو نخوت ظاہر ہو جیسے ملک الملوک یا شاہنشاہ وغیرہ چنانچہ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ بدترین ناموں کا قیامت میں اللہ تعالےٰ کے نزدیک وہ شخص ہوگا کہ جس کا نام شہنشاہ یعنی بادشاہوں کا بادشاہ ہو بادشاہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی بھی نہیں وہی ایک ذات پاک شاہنشاھی کے لائق ہے۔

الف۔ اگر ایسے نام کسی مرد یا عورت کے ہوں تو ان کا بدل دینا بھی

سُنت ہے جیسا کہ بی بی عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جب آنحضرتؐ کسی کا
بُرا نام سنتے تو اوس نام کو بدل دیا کرتے جیسے ایک شخص کا نام اسود (کالا) تھا
تو آپ نے ابیض (گورا) بدل دیا۔ اور ایک شخص کا نام عزیز تھا تو
عبدالعزیز رکھ کر فرمایا کہ عزیز تو اللہ کے ناموں سے ایک نام ہے۔
(مشکوٰۃ شریف)

کنیت

وہ نام جس کے اول مرد کے لئے اَبْ اور عورت کے لئے اُمْ
لگایا جاتا ہے۔ جیسے مردوں کی کنیت ابو ہریرہ و ابوالحسن وغیرہ، اور
عورتوں کی کنیت ام کلثوم و ام سلمہ وغیرہ۔ جس نام پر اَبْ و اُمْ لگایا
جائے خواہ وہ نام اولاد کا ہو یا نہ ہو اور یہ کنیت پیدائش حضرت آدم
علیہ السلام سے رائج ہے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت ابوالبشر
یعنی آدمیوں کے باپ اور یہ کنیت انہی حضرت کے لئے مخصوص ہے
ما و شما اس کے مستحق نہیں اور ہمارے آقائے نامدار صل اللہ علیہ وسلم کی
کنیت ابوالقاسم تھی۔ مگر آنحضرت کا منشا، یہ معلوم ہوتا ہے اپنی کنیت
و نام ایک جگہ جمع نہ ہوں چنانچہ جابرؓ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ
جب تم میرا نام رکھو تو میری کنیت مت رکھو۔ (مشکوٰۃ شریف باب الاسامی)
ایسی کنیت نہ رکھی جائے کہ جس سے بوئے شرک آئے۔ چنانچہ
شریح بن ہانی بیان کرتے ہیں کہ اُن کے والد جن کی کنیت ابوالحکم تھی۔

دربار رسالت میں باریاب ہوئے تو آنحضرت نے ان سے دریافت فرمایا کہ تمہاری کنیت ابو الحکم کیسی رکھی گئی تو انہوں نے عرض کیا کہ میری قوم میں جب کوئی جھگڑا فساد برپا ہوتا ہے تو فریقین میرے پاس رجوع ہوتے اور میرے حکم پر راضی ہو جاتے ہیں اس لئے میری کنیت ابو الحکم قرار پائی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم آیندہ سے اپنی کنیت ابوشریح رکھو کیونکہ حکم کی ابتدا و انتہا اللہ تعالیٰ کے طرف منسوب ہوتی ہے اور اس کا حکم کوئی نہیں روک سکتا۔ اور وہ حکم پر از حکمت ہوتا ہے۔ یہ خاص صفت اللہ جل شانہٗ کی ہے (اس پر آپ لگا کر اپنی کنیت کرلینا نہایت بے ادبی اور داخل شرک ہے۔) (مشکوٰۃ شریف باب الاسامی)

(۶) رسم ختنہ

ختنہ کے لغوی معنیٰ عضوِ تناسل کے سامنے کی کھال کاٹنے کے ہیں۔ جو حضرات علم طب خصوصاً فن تشریح کے تعلیم یافتہ ہیں وہ ختنہ کے حسن و قبح ہم سے زیادہ بتلا سکتے ہیں۔ مگر تائید غیبی ہمارے شامل حال ہو تو ہم بھی تھوڑے کچھ نفع و نقصان دینوی و اخروی اپنی معلومات سے بتلائیں گے۔

ختنہ نہ ہونے سے دنیا کا نقصان

جن کے ختنہ نہیں ہوتے اون کے حشفہ کے اطراف یہ ناپاک کھال بشکل غلاف چمٹی رہتی ہے جہاں پانی سے صفائی ممکن نہیں جس سے اس نازک مقام کے تحتی کناروں پر سفید چھوٹے چھوٹے دانے پیدا ہوجاتے ہیں جس سے بسا اوقات خراش لاحق حال رہتی ہے اور جب دیکھو ہاتھ کھجلاتے ہوئے وہیں نظر آتا ہے۔

پیشاب کی نالی پیچدار واقع ہونے سے پیشاب وغیرہ اس نالی سے جیسا چاہیئے ویسا خارج نہیں ہوتا بلکہ فارغ ہونے کے بعد بھی قطرے خواہ پیشاب کے ہوں یا کسی اور چیز کے ٹپکتے رہتے ہیں اگر پیشاب وغیرہ کو دیکھا جائے تو یہ بھی ایک قسم کا تیزاب ہے جس پر پڑا اس کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتا ایسے قطرے اس کھال کی مزاحمت سے صاف باہر نہیں نکل سکتے بلکہ حشفہ کے اردگرد جمع ہوجاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حشفہ جس کی جلد نرم وچکنی ہوتی ہے پھوڑے پھنسی سے متاثر ہوتا ہے اور چونکہ یہ مقام تمام بدن میں سب سے زیادہ ذکی الحس ہے تھوڑی سی تکلیف بھی ناقابل برداشت ہوجاتی ہے اور اس کھال کی مزاحمت سے علاج معالجہ بھی برابر نہیں ہوسکتا اور بقول شخصے شرم گاہ کا پھوڑا نہ بولا جائے نہ بتایا جائے۔ الحاصل اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایسے مریضوں کا ختنہ لامحالہ کرانا پڑا۔

ان کے علاوہ اور بہت سارے توجیہات ہمارے ذہن میں ہیں۔مگر اُن کے فاش کرنے میں حیا مانع ہے۔عاقل و بالغ وقت پر ختنہ کے فوائد خود ہی محسوس کرلے گا۔مگر حضرت اکبر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

جو وقت ختنہ میں چیخا تو نائی نے کہا ہنسکر ✣ مسلمانی میں طاقت خون ہی بہنے سے آتی ہے

ختنہ باعث طہارت ہے

اعمال جسمانی کی بنیاد طہارت پر قائم کی گئی ہے۔اور طہارت بول و براز سے صاف و پاک رہنے پر منحصر ہے۔فضلہ تو خشت اور آب سے صاف پاک کیا جاسکتا ہے۔البتہ پیشاب اگر ختنہ نہ ہو تو حشفہ پر یہہ مردار غلاف چڑھے رہنے سے قطرے غلاف سے ہمیشہ پائجامہ یا تہہ بند وغیرہ پر ٹپکتے رہیں گے جس سے طہارت ممکن نہیں اور جب تک طہارت نہ ہولے وضو نہیں ہوسکتا اور جب وضو نہ ہوا تو نماز کیسے ہوگی۔ جب نماز نہیں ہوئی تو کلید جنت کیسے ہاتھ آئیگی بلکہ اولٹے عذاب میں مبتلا ہوگا چنانچہ ایک وقت نبی کریم صلعم قبرستان تشریف لے گئے اور وہاں دعاء مغفرت کے بعد ایک قبر پر انار کی ڈالی منگوا کر لگادی اور صحابہؓ کے دریافت پر فرمایا کہ اس صاحب قبر پر پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے۔جبتک ڈالی سبز رہے گی ذکر الٰہی میں مصروف رہنے سے عذاب میں تخفیف ہوگی اس حدیث شریف سے یہہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ جو لوگ پیشاب کی نجاست سے نہیں بچتے

وہ قابل عذاب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرماکر طہارت نصیب
کرے کہ طہارت ہی بنائے دوستی باری تعالیٰ شانہٗ ہے جیسا کہ ارشاد
مبارک ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَطَاهِرِیْنَ یعنی اللہ تعالیٰ پاک
رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ الغرض ختنہ خواہ دنیادی خواہ اخروی
اعتبار سے ایک ضروری امر ہے۔

ختنہ کیا ہے؟

ختنہ مرد کے لئے واجب اور بعضوں کے نزدیک سنت ہے۔
اور یہہ طریقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جاری ہوا ہے چنانچہ
مشارق الانوار کے فعل ماضی کے احادیث صفحہ (۲۸۹) میں ابوہریرہ رضؓ
سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام
نے قدوم میں اپنا ختنہ آپ کر لیا اور ادب مفرد بخاری شریف کے پارہ
( ) میں مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے
(۸۰) برس کے بعد قدوم میں ختنہ کر لیا اور ابوعبداللہؒ کہتے ہیں کہ قدوم (ایک)
جگہ کا نام ہے۔

نوٹ:۔ اکثر لوگ جو یہہ کہا کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام
نے بسولہ سے ختنہ کر لیا صحیح نہیں ہے۔

آنحضرت صلعم کے مختون ومسرور (ناف کٹی ہوئی) پیدا ہونے پر بحث

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مختون ومسرور پیدا ہونے کے متعلق اسوۂ حسنہ

ترجمہ ہدی الرسول صلعم اختصار زاد المعاد فی ہدای خیر العباد صلعم مولفہ شیخ الاسلام امام ابن قیمؒ میں یوں لکھا ہے کہ (آنحضرتؐ کے ختنہ کے بارے میں تین قول مروی ہیں۔

(۱) آپ پیدائشی مختون ومسرور (ناف کٹی ہوئی) تھے لیکن اس باب میں جو حدیث سب سے زیادہ مشہور ہے وہ بھی غیر صحیح ہے ابن جوزی نے موضوعات میں شمار کیا ہے۔ باقی جتنی حدیثیں ہیں ان کی صحت بھی ثابت نہیں۔ پھر اس میں کوئی خاص اہمیت بھی نہیں۔ بہت سے آدمی مختون پیدا ہوتے ہیں۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ ختنہ اس دن ہوا جب حلیمہؓ دائی کے ہاں ملائکہ نے شق صدر کیا۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ ولادت سے ساتویں دن آپؐ کے دادا عبد المطلب نے ختنہ کیا۔ اس تقریب پر دعوت بھی کی اور محمدؐ نام رکھا۔ ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ اس باب میں ایک حدیث مسند غریب روایت کی گئی ہے۔ اس مسئلہ میں دو فاضلوں یعنی کمال الدین ابن طلحہ اور کمال الدین ابن القدیم میں مناظرہ ہوا۔ اول الذکر نے ایک کتاب تصنیف کر ڈالی اور ہر طرح کے حدیثیں بے لگام روایت کر گئے کہ آپؐ مختون پیدا ہوئے تھے مگر آخر الذکر نے تردید کردی اور ثابت کیا کہ عرب کے دستور کے مطابق ختنہ ہوا تھا۔ چونکہ یہ رواج عام تھا اس لئے ثبوت کے لئے کسی سند کی ضرورت نہیں۔

مدعی کو دلیل پیش کرنی چاہئے۔

چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا ختنہ (۸۰) برس کی عمر کے بعد آپ کرلیا ہے جس سے ثابت ہے کہ ختنہ کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں۔ جب موقع ہو ختنہ ہوسکتا ہے۔ چنانچہ ادب المفرد بخاری میں ابن شہاب کہتے ہیں کہ جب کوئی اسلام لاتا اگرچیکہ وہ بڑی عمر کا ہی کیوں نہ ہوتا اوس کے ختنہ کا حکم دیا جاتا ہے۔

صاحب رکن رکین اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ بعض احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنے پیارے نواسوں حضرت سیدنا حسنینؓ کے ختنہ ساتویں دن عقیقہ کے ساتھ ساتھ کرادئے تھے۔

چنانچہ فی زمانا جو پابند مسلمان ہیں وہ برابر عقیقہ کے ساتھ ساتھ بچے کی ختنہ بھی کرادیا کرتے ہیں کیونکہ ختنہ کا زخم تیل پانی میں بہت جلد اچھا ہوجاتا ہے۔ بہرحال بچہ کی قوت وطاقت کو ملحوظ رکھ کر حتی الامکان ختنہ جلد ہوجانا بہتر ہے۔

ختنہ کی دعوت

ختنہ کی دعوت میں علماء کا اختلاف ہے چنانچہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اپنی کتاب بہشتی زیور حصہ ششم صفحہ ۱۵ میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ دعوت غیر مسنون ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کسی نے صحابیؓ رسولؐ کو ختنہ (کی دعوت) میں بلایا تو وہ

یہ دعوت غیر مسنون ہونے سے تشریف نہیں لائے۔ اور نواب قطب الدین خاں صاحب دہلوی علیہ الرحمہ نے شارح مشکوٰۃ شریف اپنی شرح مظاہر حق صفحہ (۱۴۹) مطبوعہ مطبع نولکشور میں اس دعوت کو فہرست دعوت اسلامیہ میں بلا عذر شریک فرمایا اور ادب المفرد بخاری پارہ (۹) میں سالمؓ کہتے ہیں۔ کہ ابن عمرؓ نے میرا اور نعیم کا ختنہ کرایا اور اس تقریب میں ایک دنبہ ذبح کیا گیا جس پر ہم لوگ بہت خوش تھے کہ ہمارے ختنہ میں ایک دنبہ ذبح ہوا

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ختنہ کے رسم میں بھی بلا اسراف دعوت کی جا سکتی ہے اگر ساتویں روز عقیقہ و نام رکھائی کے ساتھ ساتھ یہہ تقریب بھی ادا کر دی جائے تو ایک کام دو کاج کا پورا مصداق اور پابندی سنت سے اجر عظیم ملے گا۔

اولاد کی تعلیم

جیسا کہ اولاد کا ہونا نعمت خدا داد ہے ویسے ہی اولاد کی تعلیم بھی منجانب اللہ ہے مگر السعی منی والاتمام من اللہ سعی و کوشش انسانی فریضہ ہے۔ کیونکہ بچہ معصوم و بے گناہ ماں باپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور امین کا فرض ہے کہ شئے امانت میں اگر اضافہ نہ کر سکے تو کمی بھی نہ ہونے دے۔ شئے امانت اپنی اصلی حالت ہی پر رہے تو حق امانت ادا ہو گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہہ حکم ہے کہ

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا الخ

(یعنی) اے ایمان والو اپنے اور اپنے بال بچوں کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ۔

دوزخ کی آگ سے انسان جب ہی بچے گا کہ اس کو احکام اور امر و نواہی اسلام معلوم ہوں۔ اور ان احکام پر عمل کرتا رہے تو سمجھا جائے گا کہ یہ بے گناہ ہے اور احکام اوامر و نواہی بغیر تعلیم علم دین حاصل نہیں ہو سکتے اس لئے باپ کا فرض اولین ہے کہ بچہ کو دینی تعلیم دلائے۔ چنانچہ اخلاق محمدیؐ حصہ دوم صفحہ ۲۷ میں روایت ہے کہ فرمایا نبی کریمؐ نے کہ کوئی باپ اپنی اولاد کو اچھے آداب (تعلیم دین) سے بہتر کوئی چیز نہیں دے سکتا اور اسی کتاب کی دوسری روایت میں رسول اکرمؐ کا یوں ارشاد ہے کہ اپنی اولاد کو آداب سکھانا یعنی عقل و تہذیب کی تعلیم دینا ایک ساع صدقہ دینے سے بہتر ہے۔

نوٹ:۔ ساع ۲۳۴ تولہ کا ہوتا ہے۔

جب لڑکا یا لڑکی لایق تعلیم یعنی بات چیت سمجھ سے کرنا شروع کریں تو کسی عالم باعمل سے تیمناً و تبرکاً الف۔ بے۔ یا بسم اللہ شروع کرائے جا سکتے ہیں۔ جیسے کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد تحنیک کی گئی۔ قرآن مجید اگر حفظ نہ کر سکیں تو ناظرہ اور دینیات خصوصاً احکام معاشرت و عبادت پڑھائے جائیں الحمد للہ اب تو اردو میں ایسے احکام کے رسائل موجود ہیں۔

اس تعلیم سے خود والدین کا ہی یہ نفع ہے کہ جب لڑکا یا لڑکی بڑے ہوں گے تو والدین کے آداب و مدارج دینیات سے معلوم کر کے ان کے

ساتھ بلحاظ احکام خدا و رسولؐ اخلاق و عمدہ برتاؤ و اطاعت سے پیش آویں گے اور ہمیشہ بالوالدین احسانا کے پابند رہیں گے اگر احیاناً ماں باپ سے کچھ زیادتی بھی ہو جائے تو برداشت کرکے اُف تک نہ کریں گے اور خود بھی اچھے کام کریں گے اور دوسروں کو بھی سیدھا راستہ بتلاویں گے۔ جو ماں باپ کے حق میں باقیات الصالحات سمجھے جائیں گے۔

اگر اس کے خلاف لڑکا یا لڑکی کی پرورش بلا تعلیم صرف لاڈ پیار میں ہو یا دنیاوی علم کے حاصل کرنے میں دینیات کی تعلیم سے محروم رکھے جائیں تو ایسا لڑکا یا لڑکی بڑے ہونے کے بعد دینی جہالت کی وجہ سے جو بُرے و خلاف شرع کام نہ کریں وہ تھوڑے ہیں اور چونکہ اولاد کی تعلیم کا باپ ہی ذمہ دار ہے لہٰذا ان بُرے کاموں کا خمیازہ خود باپ کو بھگتنا پڑے گا۔ کون سا باپ ہے کہ خود تو اچھے اچھے کام کرکے جنت کا مستحق ہو مگر اولاد کو تعلیم دینی نہ دلانے کے پاداش میں دوزخ میں بچہ کے ساتھ چلے۔ اس لئے بہتر یہی بات ہے کہ اولاد کو پہلے دینی تعلیم دلا کر بعدہٗ دنیاوی علوم و فنون سکھائے و پڑھائے جائیں۔ اور صنعت و حرفت وغیرہ سکھلائی جائے اگر تعلیم انگریزی کے ساتھ ساتھ مضامین اختیاری میں عربی کو ترجیح دی جائے تو سونے پر سہاگہ اور بچہ دین و دنیا میں فائز المرام ہوگا۔

یہاں مسلمانوں میں جو بچوں کو بسم اللہ پڑھانے کی رسم جس میں رت جگے سے لے کر گشت و چوتھی تک اور اکثر کے بقول شخصے القسمہ نصف الشادی۔ لا یعنی

مصارف برداشت کرنے کی رسم رائج ہے اور اس رسم کیلئے یہ حیلہ تراشا گیا ہے کہ پہلی وحی آنحضرتؐ پر غار حرہ میں سورہ اقرا نازل ہوئی ہے اس لئے بچہ کو بھی پہلی یہہ سورۃ پڑھائی جاتی ہے۔

اگر یہی بات ہے تو آپؐ نے بھی کسی جبرئیلؑ صفت انسان سے کسی گوشہ گھر میں بچہ کو چپ چاپ یہ سورۃ پڑھائی ہوتی۔ یہہ دہوم دھڑلہ۔ دعوتیوں کا اجتماع بعد بسم اللہ خوانی بچہ کے ہاتھ میں روپیہ لینا اور شب گشت نکالنا کون سے حکم کی بنا پر جائز ہے؟ چہ نسبت خاک را بعالم پاک! اگر ایسا ہی ہوتا تو آنحضرتؐ اپنے صاحبزادیوں اور پیارے نواسوں وغیرہ کی تسمیہ خوانی فرماتے حالانکہ کسی کتاب سے بھی اس کا پتہ نہیں چلتا اور اور نہ صحابائے کرام نے اپنے زمانہ میں کسی بچہ کی تسمیہ خوانی کی نہ فقہا اور نہ بزرگان دین نے بلکہ یہ رسم اہل ہنود و پارسیوں کی مذہباً مقرر ہے۔ جب ان کے بچے چار برس چار مہینے چار دن چار گھڑی کے ہوتے ہیں تو رسم زنار بندی۔ اہل ہنود مونج اور پارسی وسمہ کے نام سے ادا کرتے ہیں اور یہاں کے مسلمانوں نے بھی انکے میل جول سے یہ رسم بنام نو تسمیہ خوانی مناتے ہیں مگر یہ غیر شرعی رسم اسلامی دو منہم میں شامل کر رہی ہے۔ چنانچہ فرمایا رسول اکرم صلعم نے مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ یعنی جس قوم کی شباہت (معاشرت وغیرہ) اختیار کرے گا وہ اس کا اوسی قوم میں شمار ہوگا۔

رسم تسمیہ خوانی میں تو پوری پوری وہی رسم ادا کی جاتی ہے جیسے کہ ہنود و پارسی ادا کرتے ہیں جس کے نسبت جناب باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ۞ یعنی جو کوئی شخص اتباع کرے غیر اسلام کی (دوسرے مذہب کی دین کی حیثیت سے (جیساکہ دین پابندی سے ادا کیا جاتا ہے ویسے ہی وہ کام پابندی سے ادا کیا جائے) پس وہ کام ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ (کام کرنیوالا) آخرت میں نقصان میں رہیگا۔

اسی طرح رسوم ہدیہ و روزہ رکھائی بھی من گھڑت رائج ہیں جس میں سینکڑوں روپیے خرچ کئے جاتے ہیں اگر روزہ رکھائی کی جاتی ہے تو نماز پڑھائی جو سب سے زیادہ اہم و ضروری ہے وہ کیوں نہ منائی جائے روزہ سال میں ایک ماہ فرض ہے تو نماز برس کے بارہ مہینے پنج وقتہ ہر حالت میں فرض ہے جو کسی حال میں قضا نہیں کی جاسکتی۔ ان من گھڑت رسوم میں خرچ کرکے شیطانوں کے بھائی بنجانا سب سے زیادہ گناہ ہے ~~تحقیق کی جائے~~ كَانُوْٓا مُبَذِّرِيْنَ اِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ ۞

برادران اسلام! غور کرو یہہ کونسی عقلمندی ہے کہ "زر دادن و دردسر خریدن" روپیہ پیسہ یوں غیر شرعی کاموں میں خرچ کرکے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہؐ کے معتوبوں میں شمار کئے جاؤ اس لئے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ایسے غیر شرعی رسوم ایک دم ترک کردیں نہ خود ایسے رسوم ادا کریں اور نہ کسی مسلمان بھائی کے پاس ایسے رسوم کی دعوت میں شریک ہوں تو اُمید ہے کہ یہہ رسم بہت جلد مسلمانوں سے اُٹھ جاوے گی جس کا اجر عظیم دارین میں ملے گا۔

(ب) شادی

جن کی بسم اللہ ہی غلط ہو ان کی شادی کا کیا ٹھکانہ جس میں کئی رسوم من گھڑت ہیں تو اکثر رسوم اہل ہنود کے شریک ہیں۔ اور یہ بات تا وقتیکہ کسی اسلامی شادی سے مقابلہ کر کے نہ بتلائی جائے اس وقت تک نہیں معلوم ہو سکتی کہ مروجہ شادی کے رسوم کیسے ہیں ؟

اس لئے اسلامی شادی وہ بھی سب شادیوں میں افضل و مقدس شادی حضرت خاتون جنت بی بی فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کتبہائے سیرۃ محمدیہ و سیرۃ النبی و سوانح عمری بی بی فاطمہؓ سے منتخب کر کے لکھی جاتی ہے اور بعدہٗ ہمارے یہاں کے مروجہ شادی کے مجملاً رسوم لکھے جائیں گے تا کہ صاحبان بصیرت اس کا تصفیہ کر سکیں کہ مروجہ شادی میں کہاں تک اسلامی شعار ہے۔

حضرت خاتون جنت بی بی فاطمہ زہرہؓ کی شادی

جب حضرت بی بی فاطمہؓ لائق شادی ہو جاتی ہیں تو بہت سارے پیغام آتے ہیں مگر آنحضرتؐ نامنظور فرماتے ہیں۔ اس پر ابو بکرؓ و عمرؓ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو باصرار مشورہ دیتے ہیں کہ آپ اپنا پیغام آنحضرتؐ کے خدمت اقدس میں پیش فرمائیں تو یقین ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی ہو جائے گی۔ چنانچہ یہ تینوں حضرات بارگاہ رسالت پر حاضر ہوتے ہیں۔ حضرت ولایت

مآب کو باریاب فرما کر دریافت کیا جاتا ہے کہ کیا خواہش ہے؟ علیؓ شرماتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ آپ نے مجھے ماں باپ سے زیادہ بشفقت پرورش فرمایا کیا یہہ ممکن نہیں ہے کہ میرا نکاح بی بی فاطمہؓ سے کردیا جائے؟

ارشاد نبوی ہوتا ہے کہ تمہارے پاس ادائی مہر کی کیا سبیل ہے؟

علیؓ عرض کرتے ہیں کہ میرے پاس ایک تلوار ایک اونٹ۔ اور ایک زرہ موجود ہے۔ تو فرماتےؐ ہیں کہ تلوار اونٹ تو ضروری و کارآمد چیزیں ہیں انہیں رہنے دو البتہ زرہ فروخت کرکے مہر وغیرہ کی ادائی ممکن ہے۔ اچھا ذرا ٹھیرو تمہیں تھوڑی دیر میں قطعی جواب دیا جائے گا۔ یہہ فرما کر بی بی فاطمہؓ کے پاس تشریف لاکر فرماتے ہیں کہ فاطمہؓ علیؓ تمہاری خواہش لے کر میرے پاس آئے ہیں۔ بی بی فاطمہؓ یہہ سن کر مارے شرم کے گردن جھکا لیتی ہیں اور آنحضرتؐ صاحبزادی کے چہرہ کو ملاحظہ فرماتے رہتے ہیں جب کچھ جواب نہیں ملتا ہے تو یہہ فرما کر لوٹتے ہیں کہ فاطمہؓ کی خاموشی دلیل رضامندی ہے۔ اور سیدنا علیؓ کے پاس تشریف لاکر فرماتے ہیں کہ میں تم سے فاطمہؓ کا نکاح کردینے کیلئے راضی ہوں۔ چلو تو مسجد میں اعلان نکاح کردیا جائے۔

سیدنا علیؓ یہہ سن کر نہایت فرحان و شاداں باہر نکلتے ہیں کہ ابوبکرؓ و عمرؓ مل کر دریافت کرنے پر واقعہ سناتے ہوئے مسجد کی سیڑھیوں تک پہنچتے ہیں بلکہ اتنے میں حضور انور بھی رونق افروز ہوکر

مسجد میں بلالؓ کو حکم دیتے ہیں کہ مہاجرین و انصار جمع کئے جائیں چنانچہ

بہ تعمیل حکم تمام لوگ حاضر ہو جاتے ہیں اور آنحضرتؐ خطبہ نکاح پڑھ کر فرماتے ہیں کہ

میں نے اپنی بیٹی فاطمہؓ کی چار سو مثقال زر مہر پر علیؓ کے نکاح میں دیا بعدہٗ سیدنا علیؓ کو فرماتے ہیں کہ اٹھو جواب دو چنانچہ علیؓ اٹھ کر کہتے ہیں کہ میرا نکاح بی بی فاطمہؓ بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعوض چار سو مثقال زر مہر ہوا ہے جو مجھے بخوشی منظور و قبول ہے۔ حاضرین اس نکاح کے گواہ رہیں۔ حاضرین اس اعلان نکاح پر چاروں طرف سے مبارکباد و دعاء برکت دیتے ہیں اور جلسہ برخاست ہوتا ہے۔

نکاح سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرتؐ سیدنا علیؓ سے فرماتے ہیں کہ تمہاری زرہ فروخت کر کے قیمت لا دو۔ چنانچہ سیدنا علیؓ زرہ لیکر بازار جاتے ہیں اور عثمانؓ چار سو مثقال پر وہ زرہ خرید کر کے رقم گن دینے کے بعد کہتے ہیں کہ یا علیؓ یہ زرہ تم کو مجھ سے زیادہ اچھی معلوم ہوتی ہے لہذا زرہ تم کو ہبہ کرتا ہوں۔ رقم و زرہ دونوں لیجاؤ سیدنا علیؓ رقم و زرہ لے کر آنحضرتؐ کے خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا واقعہ عرض کرتے ہیں۔ اس پر آنحضرتؐ عثمان کے حق میں ہاتھ اٹھا کر دعاء خیر فرماتے ہیں اور ابوبکرؓ کو دو مٹھیاں اس رقم سے دے کر فرماتے ہیں کہ فاطمہؓ کی روانگی کے تیاریاں کرو۔ چنانچہ ابوبکرؓ ایک بچھونا۔ ایک چمڑے کا تکیہ جس میں اون بھرا ہوا ایک پردہ۔ خرید کر کے آنحضرتؐ کے ملاحظہ میں پیش کرتے ہیں۔ اس موقع

پر صاحب ناسخ التواریخ سامان مصرحہ بالا کو تسلیم کر کے دو چاندی کے بازوبند لکھتے ہیں۔

صاحب ناسخ التواریخ لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے صاحبزادی کو حسب ذیل جہیز دیا۔

چکی - پاجامہ - دو مٹکے - ایک بدھنی - ایک بستر - ایک جانماز - کلام اللہ کی چند سورتیں

علامہ شبلی مرحوم سیرۃ النبی میں لکھتے ہیں کہ حسب ذیل جہیز بی بی کو دیا گیا۔

ایک چارپائی بانکی - ایک چمڑے کا گدہ جس میں کھجور کے پتے بھرے تھے - ایک چھاگل - ایک مشک
دو چکیاں - دو مٹی کے گھڑے۔

خریدی سامان کے بعد جو رقم بچ رہی وہ آنحضرتؐ علیؑ کو دے کر فرماتے ہیں کہ اس میں سے گھی - کھجور - پنیر لے آؤ - چنانچہ سیدنا علیؓ گھی - کھجور - پنیر - پیش کرنے پر آنحضرتؐ ان سب کو ملا کر حیس تیار کر کے علیؓ سے فرماتے ہیں کہ جو مسلمان بھٹکیں ملے اُنھیں لا کر کھلاؤ - جب لوگ کھا پی کر چلے جاتے ہیں تو آپؐ اپنے دست مبارک سے ایک مٹی کے پیالہ میں بیٹی - داماد کے لئے حیس بھر کر دینے کے بعد بقیہ ازواج مطہرات میں تقسیم فرما دیتے ہیں۔

نکاح کے ایک مہینے بعد عقیلؓ اپنے بھائی سیدنا علیؓ سے باصرار کہتے ہیں کہ بی بی فاطمہؓ کے وداع کے لئے آنحضرتؐ سے عرض کرنا چاہیئے۔ چنانچہ دونوں بھائی مل کر گھر سے نکلتے ہیں۔ راستہ میں ام ایمنؓ سے ملاقات ہوتی ہے اور وہ یہہ کیفیت سن کر مشورہ دیتی ہیں کہ بہتر ہوگا کہ پہلے امہات المومنینؓ سے دریافت رائے

لینے کے بعد آنحضرتؐ سے عرض کیا جائے۔ اس پر تمام امہات المومنین کے عرض خدمت میں کیا جاتا ہے۔ اور باتفاق آرار صاحبزادی کی رخصت کے لئے آنحضرتؐ سے اور آنحضرتؐ علیؓ سے دریافت کرکے صاحبزادی کے لیجانے کی اجازت دیتے ہیں۔ اس وقت اسمار بنت عمیسؓ حاضر رہتی ہیں۔ وہ عرض کرتی ہیں کہ یا رسول اللہؐ میں نے حضرت خدیجہؓ سے وعدہ کیا ہے کہ جب بی بی فاطمہؓ اپنے شوہر کے گھر پہنچی جائیں گی تو میں بھی ان کے ساتھ جاؤں گی لہذا مجھے بھی بایفار عہد اجازت دی جائے۔ چنانچہ آنحضرتؐ انہیں دلہن کے ساتھ جانیکی اجازت دیتے ہیں اور وہ بھی بی بی فاطمہؓ کے ہمراہ اونٹ پر سوار ہوکر علی کے گھر چلی جاتی ہیں۔

یہہ ہے وہ مقدس شادی کہ جو بانیٔ اسلام علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں سے انجام پائی۔

بخاری میں بی بی ربیعہ بنت معوذؓ سے مروی ہے کہ جب آنحضورؐ میری شادی (نکاح) ہونے کے بعد تشریف لائے تو چھوٹی لڑکیاں دف بجاکر جنگ بدر کے حالات گا رہی تھیں اس میں ایک لڑکی نے یہ کہا کہ ہم میں ایسا پیغمبر ہے جو کل ہونے والی بات جانتا ہے تو آنحضرتؐ نے فرمایا یہ مت کہہ جو آگے کہہ رہی تھی وہ کہہ (کیونکہ غیب کی بات اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے) بعض علمار کے نزدیک خوشی کے دنوں میں صرف راگ دف کے ساتھ بشرطیکہ اور باجے نہ ہوں اور مضمون خلاف شرع نہ ہو گانے والا لڑکا اور اجنبی عورت نہ ہو تو درست ہے۔

(در تحفتہ الاخبار ترجمہ مشارق الانوار صفحہ ۹۸)

مسلمانوں کی مروجہ شادی

جب لڑکا یا لڑکی کی شادی پیش نظر ہوتی ہے تو مشاطہ مقرر کر کے اگر دولہ ہے تو اس کے دولہن خوبصورت۔ جاگیردار۔ یا دولتمند اگر دولہن ہے تو اس کے لئے جاگیردار یا منصبدار یا کم از کم گراجویٹ و گریڈیاب ملازم ہونا چاہیئے۔ اگر انگلستان کا تعلیم یافتہ ہے تو پھر کیا کہنا جب حسب منشا نسبت ٹھیر جاتی ہے تو رسم رونمائی یا منگنی کے بعد شادی کی تاریخ مقرر کی جاتی ہے اگر اس اثنا میں عید۔ بقرعید آجائے تو عیدی اور اگر بقرعید ہے تو بکرے اور اگر محرم ہے تو فقیری شان و شوکت سے آپس میں بھیجی جاتی ہے اور جب شادی کی تاریخ آجاتی ہے تو پہلے منڈوا یا پنڈال تیار کیا جاتا ہے (اب تو یہاں شامیانہ تانا جاتا ہے) بعدہٗ پیر ملاؤ کی بھیک سے شادی کا آغاز ہوتا ہے۔ خواجہ خضرؑ کے جہاز۔ بہشتی ارمانوں کے دف کے ساتھ لیجاکر ندی یا تالاب میں سہراتا ہے۔ رت جگہ میں عورتیں تمام رات ڈھول بجا بجا کر گاتی ہیں یا بعض جگہ مولود شریف ہوتا ہے۔ رحم بنتا گلگلے تلے جاتے دودھ دلئے کے ہانڈیاں بھرے جاتے۔ صبح میں دولہا۔ دولہن اپنی اپنی جگہ منجے بٹھائے جاتے اور ہلدی کی رسم ادا کی جاتی ہے جس میں دولہا دولہن کو زرد لباس پہنایا جاتا ہے۔ اور ہاتھ میں کنگن باندھے جاتے ہیں اور دولہ کے ہاتھ میں خنجر دیا جاتا ہے۔ دولہ کے جانب سے رسم سانچق جس میں بری کے ساتھ دلہن کے کپڑوں کے جوڑے اور زیور وغیرہ چڑھاوا آتا ہے۔ اور دوسرے روز دولہن کی جانب سے مہندی

کی رسم جس میں آرائش کی مہندی کشتی نما بنائی جاتی ہے اور دولہ کے گھر کے صدر دروازہ پر چڑھائی جاتی ہے۔ اور دولہ کیلئے جوڑہ یا اس کے معاوضہ کی رقم بری یا مٹھائی کے ساتھ روانہ کی جاتی ہے۔ اور ان رسومات گوناگوں کے علاوہ متعدد اوقات قسم قسم کے کھانے باہم دیگر کبھی تو رنگ بھری اور کبھی نہاری اور کبھی ناشتہ کے نام سے بھیجے جاتے ہیں ان دنوں یہہ رسوم حیدرآباد میں اپنے طور پر اور اضلاع میں اور قصبات میں گاجے باجے سے براتیوں کے ہمراہی میں ادا کئے جاتے ہیں البتہ حیدرآباد میں شب گشت دھوم سے نکلتا ہے۔ دولہ کو دیکھو تو اوچی بنا ہوا سر پہ سہرا ہاتھ میں کنگن لباس بھی زرین یا کرایہ کے تاش کا جوڑہ۔ گھوڑے یا موٹر پر سوار مسجد میں دوگانہ ادا کرتا باجہ گاجہ آتشبازی جلاتا اور سامنے بنڈیاں نچاتا ہوا بجلی کے گولوں کی روشنی میں صبح صبح دولہن کے گھر پہونچتا ہے۔

دروازہ پر دولہن کا بھائی دروازہ بند کئے ہوئے ذنگانہ (دروازہ کھلائی) طلب کرتا اور دس پانچ روپیہ لے کر دروازہ کھول دیتا ہے۔ دولھا مسند پر اور براتی فرش پر بیٹھنے کے بعد قاضی صاحب بلوائے جاتے ہیں اور وہ اپنی فیس مقررہ طبق میں رکھنے کے بعد نکاح کا خطبہ شروع کرتے ہیں۔ مہر میں ہزاروں اشرفیاں اور لاکھوں روپے اس لئے باندھے جاتے ہیں کہ آیندہ دولہ دولہن کا مجبور رہے۔ اور لاکھ بری ہو مگر مہر کے خوف سے نہ چھوڑ سکے اور دُلہا اس گرانقدر مہر پر یہ سمجھکر راضی ہوجاتا ہے کہ عورت کا مہر کون دیا ہے جو یہ دے گا۔ بعد نکاح مصری بادام لٹائے جاتے ہیں اور حاضرین مجلس ثواب سمجھکر لوٹتے یا جو لوٹے ہیں اُن سے مانگ لیتے ہیں۔ دولہ کی

مجلس میں دیکھیے تو رنڈیوں بھانڈوں کے طائفے یا قوالوں کی چوکیاں گاتے بجاتے اور سوانگ بھرتے ہیں ؎

اے عفو مصیبت میں بھی ہم خوش ہیں کہ گھر پر ۔ کب تولیاں آتی نہیں چھم چھم نہیں ہوتا۔

ادھر دولہن والوں کو دیکھئے تو اپنے عہدہ داروں وامرا اور دولھے کے افسر واحباب وغیرہ کو پُر تکلف کھانا کھلا رہے ہیں اور غربا دروازہ پر کھڑے نعرے لگا رہے ہیں ۔مگر کوئی نہیں پوچھتا۔

شام کے پانچ بجے جلوہ کی تیاری شروع ہوتی ہے۔ دولہ زنانہ میں بلوایا جاتا ہے اور دولہ دولہن کے بیچ میں باریک پردہ پکڑا جاتا ہے اور ایک دوسرے کی صورت آئینہ میں بتلائی جاتی ہے اور طرح طرح کے ہندوانی رسوم ادا کئے جاتے ہیں اس سے فارغ ہونے کے بعد سلامیاں شروع ہوتی ہیں۔ اب تو دولہ کو پرزنٹ (تحفہ) دینے کا طریقہ رائج ہوگیا ہے۔ اور دولہ ہر سلامی دینے والے کو جھک جھک کر آداب بجالاتا ہے۔ اس کے بعد [illegible] کی آغاز کی جاتی ہے۔ مطلوبہ کی فوج بیانڈ روشن چوکی تاشہ مرفہ۔ نوبت۔ نقارے وغیرہ اگر دولہ گھوڑے پر سوار ہوگا تو گھوڑا زیور و خوگیر سے آراستہ اور گھوڑے کے سر پر سری پھاکر بندھی جائیگی اور گھوڑ کے چاروں طرف گلال باڑ رہے گی اور دولہن میانہ میں سوار ہوگی اور میانہ پر کارچوبی مخمل کا غلاف یا عمدہ زرین تورن میانہ کے غلاف پر ڈالا جائے گا اور دولہ گھوڑے پر سوار راستہ بھر ماوشما کو سلام کرتا رہے گا۔ اور اگر سواری میں موٹر ہے تو پھولوں کی لڑیوں سے منقش کے

کے تار ہوں گے سجائی جائے گی دولہن اور اس کی ساتھی عورت اندر اور دولہ موٹر ڈریور کے بازو بیٹھے گا۔ اور ہر دو سواری میں ضرور مورچل جھلے جائیں گے۔ اور دولہ کی سواری کے سامنے سدی ناچتے اور بجلی کے گولے جگمگاتے جلوس نکلے گا۔ اور دولہ گشت کرتا ہوا گھر پہونچے گا۔ اور گھر پر دولہ کی بہن بھائی سے اپنے بیٹے کے لئے بیٹی مانگے گی۔ پاؤں دھلائی بھی ہوتی ہے جس میں اناج پنوا کر دودھ سے دولہ دولہن ایک دوسرے کے پاؤں دھلاتے ہیں اور عجیب وغریب رسوم ادا کئے جاتے ہیں۔ اس کے دوسرے روز دولہ کے پاس سے چادر کا رسم تاشہ مرفہ وغیرہ سے دولہن والوں کے پاس اور دولہن والے اس کے جواب میں بھشتی کے ذریعہ غسل کرنے کا پانی بیسن وصابن اور پانی گرم کرنے لکڑیوں کے گٹھے وغیرہ آتے ہیں۔ دولہن کا بھائی دولہن کو لیجانے آتا ہے۔ اوس کے ساتھ بعد ادائی رسم دولہن روانہ کردیجاتی ہے۔ اور رات میں دولہ اور اس کے عزیز قریب کی دعوت ہوتی اور چوتھی کھیلی جاتی اور جب جمعہ آیا تو جمعگی۔ ہاتھ بھرتانی۔ پانچویں جمعگی۔

اگر پورے شادی وغیرہ کے رسوم اور ان کی صراحت لکھی جائے تو ایک مستقل کتاب ہوجائے اگر یہ رسوم کسی شادی میں ادا نہ ہوں تو اس بیچاری دولہن کی اگرچیکہ وہ کیسی ہی شریف اور نجیب گھرانے کی کیوں نہ ہو اوس کی تمام عمر مٹی خراب اور نکاحتی کہلاتی اور ذلیل نظروں سے دیکھی جاتی ہے۔

برادران اسلام۔ مقدس شادی اور مروجہ شادی دونوں آپ کے سامنے ہیں۔ دیکھئے مقدس شادی کیسی سیدھی سادھی کسی پر کچھ بار نہیں صرف ادائی مہر کی

پابندی اور مہر بھی کچھ زیادہ نہیں جس سے پریشانی لاحق حال ہو اور کفو کی وجہ سے
ادھر پیغام اودھر نکاح۔ بقول شخصے "جھٹ منگنی پٹ بیاہ" اب رہ گئی یہ بات
کہ دولہن کی سواری (اونٹ) یہ سواری عرب کی مقامی سواری ہے جس پر محافہ کس کر
زنانی سواری بٹھائی جاتی ہے جیسا کہ ہماری دیہاتی دولہن صرف بیل و گھوڑے پر
سوار ہوکر اپنے دولہ کے گھر جاتی ہے۔ قطع نظر اس کے جو مقامی سواری خواہ گاڑی
ملے یا موٹر اوس میں دولہن کو لے جاسکتے ہیں۔ مگر یہ بازگشت میں مثل اہل ہنود
دولہ کے ساتھ دولہن رہنا لائق غور ہے۔ الغرض اس مقدس شادی کے خوبیاں
ہر صاحب عقل خوب سمجھ سکتا ہے کہ اس میں کیا کیا سہولتیں اور بھلائیاں
مضمر ہیں۔

اگرچیکہ مروجہ شادی میں کھینچ تان کر مقدس شادی کے کچھ رسوم بھی
نظر آتے ہیں مگر وہ ہندوستانی رسوم کے مل جانے سے اون میں اسلامی
شان باقی نہیں رہی خصوصاً نکاح جو شادی کی بنیاد و روح رواں ہے
وہ سر پر سہرہ ہاتھ میں کنگن مہر میں کثیر رقم باندھتے اور اس پر دولہ کا یہہ خیال
کہ مہر کون ادا کیا ہے جو اس کو ادا کرنا پڑے گا۔ پھر ناچ رنگ غیر شرعی رسوم
نکاح کو بھی سخت مجروح کر رہے ہیں اور تمام رسوم اہل ہنود کے یا من گھڑت
جو خلاف سنت ادا کئے گئے جس کے نسبت پروردگار عالم کی سخت تہدید ہے
فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ
يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (ترجمہ) پس چاہیئے کہ ڈرتے رہیں وہ لوگ جو مخالفت کرتے ہیں

اس کے حکم کی اس سے کہ پہنچ جائے ان کو (دنیا میں) فتنہ یا پہنچ جائے ان کو درد دینے والا عذاب۔

مُسلمانوں کے پاس اب کوئی پونجی تو ہے نہیں ان کا ہر کام سودی قرض پر چل رہا ہے۔ شادی کے لئے جائداد مکفول کر کے جن سیٹھ جی سے سودی قرضہ لائے اور دل کھول کر شادی رچائے اوس قرضہ کی ادائی وقت پر نہ ہونے سے جو دعوئ ڈگری ہوئے اوس میں تمام جائداد نیلام اور بعدہٗ ذات پر بنی۔ کیا یہہ فتنے دنیا کے کچھ کم ہیں؟ جائداد گئی عزت آبرو گئی پھر آخرت میں عذاب الیم سر پر باقی ہے۔ شادی کیا ہوئی خانہ بربادی ہوئی ؎

شادی سے بمشکل جو فراغت پائی ؎ پابند رسوم کی ہوئی رسوائی

خالی نہیں اسراف کبھی دولت سے مکاں ؎ بیٹی جو گئی گھر سے تو ڈگری آئی ؎

فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ۔

افسوس تو یہاں ہے کہ مسلمان ہو کر دنیا بھر کے ایری غیری رسوم سیکڑوں روپئے خرچ کر کے انجام دیں۔ مگر ایک اسلامی رسم طعام ولیمہ جو سنت موکدہ ہے دس پانچ روپیہ لگا کر ادا نہ کریں۔ اور جو کریں بھی تو نام و نمود کے لئے۔ اور وہ بھی بعد از وقت جس سے نیکی برباد گناہ لازم۔ ذیل میں طعام ولیمہ کے احکام ملاحظہ کیجئے۔

طَعَامْ وَلِیْمَہ

لفظ ولیمہ۔ الّتیام سے مشتق ہے جس کے معنیٰ ملنے واجتماع کے ہیں۔ چونکہ یہہ کھانا بھی بعد نکاح دولہ دولہن کے ملنے کے بعد کھلایا جاتا ہے۔ اس کو طعام ولیمہ کہتے ہیں۔

(از مشکوٰۃ شریف کتاب النکاح باب الولیمہ)

انسؓ سے حسب ذیل روایات مروی ہیں۔

الف - جبکہ آنحضرتؐ نے عبدالرحمٰن ابن عوفؓ پر اثرات نکاح ملاحظہ فرماتے ہیں تو ارشاد ہوتا ہے کہ ولیمہ کر یعنی کھانا پکا کر کھلا اگرچہ وہ ایک بکری کا ہی کیوں نہ ہو۔

صراحت - اس حکم سے ثابت ہوا کہ طعام ولیمہ مرد کے ذمہ حسب مقدور ادا کرنا سُنت موکدہ ہے۔

ب - آنحضرتؐ بی بی زینب کے نکاح کے بعد ایک بکری (کا گوشت پکاکر) ولیمہ فرمایا۔

ج - بی بی زینبؓ بنت جحشؓ کے ولیمہ میں آنحضرتؐ نے گوشت روٹی سے دعوتیوں کا پیٹ بھر دیا۔

د - آنحضرتؐ نے بی بی صفیہؓ کے نکاح کے بعد حیس (یعنی حلوہ جو کھجور گھی و پنیر سے تیار ہوتا ہے) سے ولیمہ فرمایا۔

صفیہ بنت شیبہؓ سے مروی ہے کہ حضور انورؐ نے بعض اپنی بی بیوں کا ولیمہ دو سیر جو کی روٹی سے فرمایا۔

دعوتِ ولیمہ

جابرؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اکرم صلعم نے کہ جس وقت تمہیں ولیمہ کی دعوت دیجائے تو ضرور جاؤ خواہ کھاؤ یا نہ کھاؤ۔

ابی ہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اکرمؐ نے بُرا کھانا نکاح (ولیمہ) کا وہ ہے جس میں مدعو ہوں دولتمند اور چھوڑ دئے جائیں فقرار

جو کوئی شخص بلا عذر دعوت قبول نہ کرے تو وہ نافرمانی کی اللہ و رسول کی۔

توضیح۔ دعوت میں جانا سنت یا واجب ہے۔ اور روزہ نہ ہو تو کھا لینا۔ مستحب ہے۔ اور ابن مالکؒ کا قول ہے کہ دعوت میں شریک ہونا اوس وقت واجب ہے کہ جبکہ کوئی عذر نہ ہو اگر عذر ہو مثلاً راستہ دور ہو یا بیمار ہو تو دعوت قبول نہ کی جائے تو مضائقہ نہیں ہے۔

منجانب مؤلف۔ یہہ بات جو مشہور ہے کہ ولیمہ کی دعوت ہو تو نفل روزہ توڑ کر طعام ولیمہ کھانا چاہیئے ان احادیث شریفہ سے صحیح نہیں معلوم ہوتی۔

ف۔ ابن مسعود کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے کہ کھانا (ولیمہ کا) پہلے دن حق (واجب) اور دوسرے دن کا سنت اور تیسرے دن کا سنانا (مشہور کرنا) ہے۔ اور جو کوئی سنا دئے۔ سنا دے گا اللہ تعالیٰ۔

توضیح طیبیؒ کا قول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ بندہ کو نعمت دے تو اُس پر لازم ہے کہ جناب باری کا شکریہ ادا کرے جیسے بچہ پیدا ہو تو عقیقہ اور شادی ہو تو ولیمہ ادا کرے۔

طعام ولیمہ پہلے دن کھلانا واجب اور دوسرے دن تلافی مافات کھلانا سنت ہے۔ اور سنت کامل کرتی ہے واجب کو جس کو دعوت دیجائے پہلے دن اُس کو قبول کرنا واجب اور دُوسرے دن سنت یا مستحب اور تیسرے

دن مکروہ بلکہ حرام ہے کیونکہ تیسرے دن کی دعوت اس لئے کی جاتی ہے کہ لوگ سُن کر تعریف کریں اور جو کوئی سنائے یعنی مشہور کرے اپنی سخاوت اور فخراً کھلائے تو اس کو اللہ تعالیٰ میدان حشر میں لوگوں کے سامنے ذلیل و رسوا کرے گا۔

مستثنےٰ۔ ثواب کی نیت سے زیادہ لوگوں کو طعام ولیمہ کھلانا منظور ہے۔ جو ایک روز میں نہیں کھلا سکتے تو ایک دو روز میں بتدریج کھلا سکتے ہیں

ف عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب وقت کوئی طعام ولیمہ کی دعوت دے تو ضرور جانا چاہیئے اور مسلم شریف کی ایک روایت میں لکھا ہے کہ وہ دعوت نکاح کی ہو یا اُس کے جیسی جیسے عقیقہ و ختنہ وغیرہ چونکہ دعوتوں میں جانے اور کھانے کا حکم صادر ہے اس لئے معلوم ہونا چاہیئے وہ کتنی ایسی دعوتیں ہیں کہ جن میں جانا اور کھانا شرعاً جائز ہے۔

صاحب مظاہر حق بحوالہ مجمع البحار آٹھ قسم کی دعوتیں تحریر فرماتے ہیں جن کی تصدیق ادب مفرد بخاری شریف و مشکواۃ شریف سے ہوتی ہے۔ چنانچہ ان دعوتوں کا ایک تختہ ذیل میں لکھا جاتا ہے۔

تختہ اقسام دعوت

نشان سلسلہ	نام دعوت	تعریف	تصدیق		کیفیت
			نام کتاب	نام راوی	
۱	خرس	بچہ پیدا ہونیکے بعد بغرض دعائے برکت و سلامتی	ادب مفرد و بخاری شریف حصہ سوم	معاویہؓ بن قرہ	

۲	اعذور	ختنہ کے بعد	ادب مفرد بخاری شریف حصہ دوم	سالم رضہ	۰
۳	عقیقہ	منڈھن۔نام رکھائی	مشکوٰۃ شریف باب العقیقہ	سیدنا امام باقر رضہ	۰
۴	ولیمہ	نکاح کے بعد	ایضاً کتاب النکاح باب الولیمہ	انس رضہ	۰
۵	وضیمہ	مصیبت کے بعد	ابوداؤد شریف	عبداللہ بن جعفر رضہ	۰
۶	مادبہ	بلا سبب احباب کی ضیافت	مشکوٰۃ شریف کتاب الاطعمہ باب الضیافت	ابوہریرہ رضہ	۰
۷	نقیعہ	مہمان یا مسافر کے آنے کے بعد تیار کیا جائے یا وہ تیار کرائے	ایضاً	ایضاً	۰
۸	وکیرہ	مکان تیار ہونے کے بعد جیسے گھر بھرائی	مگر اس کے متعلق کوئی حدیث نہیں ملی		۰

عبداللہ بن عمر رضہ کہتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم صلعم نے کہ جس شخص کو دعوت دی جائے اور وہ قبول نہ کرے تو بیشک اُس نے (اللہ تعالیٰ) و رسول صلعم کی نافرمانی کی جو شخص بلا دعوت مجلس دعوت میں آیا وہ چور ہے جو لوٹ کر نکلا۔

ف۔ ابومسعود انصاری رضہ روایت کرتے ہیں کہ ابوشعیب رضہ نے آنحضرت صلعم اور آپ کے ساتھ چار صحابہ رضہ کی دعوت کی اور جب حضرت صلعم معہ صحابہ رضہ تشریف لے جارہے تھے کہ راستہ میں ایک شخص ساتھ ہولیا۔ جب آنحضرت صلعم ابوشعیب کے گھر پہونچے تو ابوشعیب سے فرمایا کہ راستہ میں ایک شخص ہمارے ساتھ ہولیا ہے کیا اس کو بھی شرکت کی اجازت ہے؟ تو ابوشعیب رضہ نے اجازت دی۔

توضیح۔ ان احادیث شریفہ سے معلوم ہوا کہ اگر دعوت ایک جماعت

خاص کی جائے اور اُن کے ساتھ کوئی ہوئے تو سنّت ہے کہ میزبان سے اجازت حاصل کی جائے اور میزبان کو چاہیئے کہ مزید شخص کی شرکت کی اجازت دے۔ بشرطیکہ اس مزید شخص کی شرکت سے کوئی فساد بپا نہ ہو یا حاضرین کو اوس سے کوئی ایذا یا تکلیف نہ پہونچے۔ ورنہ اس شخص کو بہ نرمی یا کچھ کھانا دیکر رخصت کر دے

الحاصل آنحضرتؐ اپنی اُمت کو تعلیم فرماتے ہیں اخلاق حسنہ کی اور بُرے اخلاق و خصلتوں سے روکتے ہیں۔ دیکھئے بلا عذر دعوت قبول نہ کرنے سے عدم الفت و تکبر معلوم ہوتا ہے اور ایسے ہی بلا دعوت مجلس میں شریک ہونے سے حرصِ نفس و طمع قلبی ظاہر ہوتی ہے۔

ف۔ روایت ہے کہ ایک صحابیؓ سے کہ فرمایا رسول اکرم صلعم نے کہ جب دو جگہ کی دعوت آن واحد میں ہو تو اوس شخص کی دعوت قبول کی جائے جس کے گھر کا دروازہ پہلے ہو دوسرے دعوت دینے والے کے گھر سے۔

۲۔ جو اِن دونوں میں سے پہلے دعوت دے۔

توضیح۔ ادب مفرد بخاری شریف پارہ (۱) میں ایسا ہی حکم ہے کہ نزدیک دروازہ والے ہمسایہ کو تحفہ دیا جائے۔ بعدہٗ دوسرے کو۔

ف۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اکرم صلعم نے کہ جبکہ دسترخوان بچھ جائے اور لوگ کھانا شروع کر دیں تو کوئی شخص دسترخوان سے اوٹھے اور نہ کھانے سے ہاتھ کھینچے اگرچیکہ پیٹ بھر گیا ہو۔ تاوقتیکہ مجلس برخواست نہ ہولے ہاں اگر ضرورت ہو تو اہلیان مجلس سے اپنا عذر ظاہر کر دے تاکہ اہلیان دسترخوان

شرمندہ نہ ہوں۔

توضیح۔ اگر کوئی شخص کم خوراک ہے تو مجلس کے برخواست تک تھوڑا تھوڑا کھاتا رہے۔

ف۔ امام جعفرؓ سے مروی ہے کہ جب حضور انور صلعم لوگوں کے ساتھ کھاتے توسب کے آخر تک کھاتے رہتے۔

ف۔ عکرمہؓ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ دو شخص آپس میں فوقیت حاصل کرنے کے لئے ضداً و فخراً دعوت دیں تو آنحضرتؐ نے ایسی دعوت قبول کرنے اور کھانے سے منع فرمایا کہ ایسی دعوت نام و نمود کے لئے کی جاتی ہے۔

ف۔ عمران بن حصینؓ کہتے ہیں کہ فاسق کی دعوت قبول کرنے اور کھانے سے آنحضرتؐ نے منع فرمایا ہے۔

توضیح۔ اکثر فاسق کھانے پینے میں محتاط نہیں رہتے اناب شناب جو مل جائے کھاتے اور کھلاتے ہیں۔ اور فاسق ہمیشہ ظلم سے روپیہ جمع کرتے ہیں۔ اور بالاتفاق ظلم کا مال کھانا حرام ہے۔ اور اس کی دعوت قبول کرنے میں اس کی خوشی اور تعظیم ظاہر ہوتی ہے۔

ف۔ طیبیؒ و ابن مالکؒ دونوں بالاتفاق کہتے ہیں کہ حسب ذیل صورتوں میں وجوب استحباب دعوت ساقط ہوجاتا ہے۔

(۱) کھانا شبہ کا ہو۔ (۲) دعوت میں اغنیاء کی تخصیص ہو۔ (۳) دعوت میں ایسا شخص ہو جس سے دعوتی کو تکلیف پہنچے۔ (۴) دعوت میں ایسا شخص ہو

کہ جس کے ساتھ بیٹھنا لائق نہ ہو (۵) رفع شر کے لئے دعوت کی جائے۔ (۶) طمع جاہ کے لئے دعوت کی جائے (۷) جھوٹے کام کی مدد کے لئے دعوت کی جائے (۸) دعوت کی مجلس میں ممنوعات شرعیہ ہوں مثلاً ناچ رنگ کھیل تماشہ شراب وغیرہ یا فرش حریر (ریشمی) کا ہو۔

توضیح۔ اس زمانہ میں کوئی مجلس ان خرافات سے خالی نہیں اگر سب نہیں تو کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے۔ اس لئے علمار ذوی الاحترام وصوفیائے کرام گوشہ نشینی پسند فرماتے ہیں۔

دعوت میں جس قدر مہمان آتے ہیں اور جو مہمان باہر سے اپنے پرائے ملنے آتے ہیں ان کی خاطر مدارات کرنے کے احکام معلوم ہونا ضروری ہیں لہذا ذیل میں لکھے جاتے ہیں

شکر بجا آر کہ مہمان تو **مہمانداری** روزی خود میخورد از خوان تو

از مشکوٰۃ شریف باب الولیمہ و کتاب الاطعمہ باب الضیافت

ف۔ ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ وقیامت پر ایمان رکھتا ہے پس اس کو چاہیئے کہ اکرام کرے مہمان کا اور ایذا نہ دے ہمسایہ کو اور کہے بھلی بات یا چپ رہے اور چاہیئے کہ ملا رکھے ناتے رشتے (صلہ رحمی کرے)

ف۔ ابو شریح کعبیؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اکرم صلعم نے کہ جو شخص ایمان رکھتا ہو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر پس اس کو چاہیئے کہ تعظیم کرے اپنے مہمان کی (زمانہ مہمانداری میں) تکلف واحسان کرے ایک دن اور ایک رات اور مہمانداری کا زمانہ تین دن ہے۔ اور اس کے بعد خیرات۔ اور مہمان کو بھی چاہیئے کہ وہ تین

دن سے زیادہ نہ ٹھیرے تاکہ میزبان تنگ نہ ہو جائے اگر خود میزبان ٹھیرالے تو اور بات ہے
توضیح - نہایہ میں لکھا ہے کہ پہلے دن کھاتے جو ہو سکے تکلف کرے اور دوسرے
و تیسرے دن ماحضر بلا تکلف حاضر کردے۔ اور بلحاظ سفر ایک رات و دن کا توشہ
ساتھ دے بشرطیکہ میزبان کے پاس ہو۔
(۲) اگر مسافر کسی عذر یا بیماری کے باعث تین دن سے زائد ٹھیرے تو اپنے پاس سے کھائے
ف - سفینہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص سیدنا علی کا مہمان ہوا۔ اور کھانا کھانے
کے قبل بی بی فاطمہؓ نے سیدنا علی سے کہا کہ اگر حضرتؐ کو بلا لیا جائے تو بہتر ہے
چنانچہ آنحضرتؐ تشریف لائے اور گھر کے ایک گوشہ دیوار پر (بلا ضرورت) پردہ پڑا
ہوا ملاحظہ فرماکر واپس تشریف لے گئے۔ اور بی بی فاطمہؓ کے دریافت پر فرمایا کہ مجھ کو
یا کسی نبی کو زینت شدہ مکان میں جانے کی اجازت نہیں ہے۔
ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم صلعم کہ جس وقت ایک مسلمان دوسرے
مسلمان کے پاس جائے اور جو وہ کھلائے پلائے بلا تکلف کھا پی لے مگر یہ دریافت
نہ کرے کہ یہ کہاں سے آیا اور کیسا ہے؟ (ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر نیک
گمان رکھنا چاہیئے) اگر معلوم ہو کہ کھانا مال حرام ہے تو نہ کھائے۔
ف - ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن یا رات میں حضور انور صلعم گھر سے
باہر تشریف لے چلے کہ اثنا راہ میں ابوبکرؓ و عمرؓ سے ملاقات ہوئی تو فرمایا تم کیسے
تو انہوں نے عرض کیا کہ ہمیں شدت بھوک نے گھر سے نکالا۔ اس پر حضورؐ نے
فرمایا کہ میرا بھی یہی حال ہے پس چلو تو چنانچہ وہ دونوں بھی حضورؐ کے ہمراہ ہو لیے اور

حضور اُن کو ہمراہ لئے ہوئے ابو الہثیم انصاری کے گھر پہونچے مگر وہ گھر میں نہ تھے
اون انصاری کی بیوی نے مرحبا کہکر عرض کیا کہ آپ اپنے اہل بیت تشریف لائیے
حضورؐ نے اون سے دریافت فرمایا کہ تمہارے شوہر کہاں ہیں؟ تو انہوں نے عرض کیا
کہ میٹھا پانی لانے گئے ہیں اتنے میں وہ انصاری صاحب بھی آگئے اور حضورؐ اور دونو
صحابہؓ کو دیکھکر کہا کہ الحمد للہ آج میرے مہمان دوسروں کے مہمانوں سے بزرگ تر ہیں
حضور انور اور دونوں اصحابؓ کو لئے ہوئے اپنے باغ میں لائے اور فرش کرکے بٹھایا اور
کھجور کے خوشے جن میں پختہ و گدرے اور خشک کھجور لگے ہوئے تھے حاضر کرکے عرض
کیا کہ تناول فرمائیں اور خود دودھ والی بکری ذبح کرنی چاہی مگر آنحضرتؐ نے منع فرمایا
کہ وہ دودھ کی بکری ذبح نہ کی جائے بالآخر دوسری بکری ذبح کرکے اس کا گوشت پکنے
کے بعد آنحضرتؐ و صحابہؓ گوشت و کھجور تناول اور پانی نوش جان فرما کر حضورؐ نے بطور تفہیم
یہ ارشاد فرمایا کہ بفرواے قیامت اس نعمت کی پرسش ہوگی کہ تم گھروں سے بھوکے نکلے تھے
اللہ تعالیٰ نے اس نعمت سے سرفراز فرمایا۔

ف۔ ابو الاحوص حبشی کہتے ہیں کہ اُن کے والد بزرگوار نے رسول اکرم صلعم سے
عرض کیا میرا گذر ایک شخص کے پاس ہوا مگر اُس نے میری مہمانداری نہیں کی اگر وہ شخص
میرے پاس آئے تو کیا میں بدلہ لوں یا مہمانداری کروں؟ حضورؐ نے فرمایا کہ مہمانداری کر۔

توضیح۔ اسلام کی تعلیم تو بس یہی ہے کہ آپس میں بدی یا بُرائی کا بدلہ نیکی سے کئے جاؤ

ے بدی را بدی سہل باشد جزا ✤ اگر مردی احسن الیٰ من اسا

ف۔ اسمار بنت یزیدؓ سے مروی ہے کہ (وہ ایک مرتبہ دربار رسالت میں حاضر تھیں کہ)
جبکہ کھانا حضورؐ کے سامنے لایا گیا تو حضورؐ نے کھانے کے لئے یاد فرمایا تو عرض کیا گیا

کہ بھوک نہیں ہے حالانکہ بھوک تھی مگر حسب عادت کہدیا جس پر حضور نے فرمایا کہ بھوک اور جھوٹ کو جمع نکرو

ف ابوہریرہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اکرم صلعم نے میزبان اپنے مہمان کے ساتھ گویا اپنے گھر کے دروازہ تک جانا سُنت ہے۔

غمی

دنیا میں سب کو اپنا اپنا مذہب پیارا ہے اور ہر مذہب والا اپنے مذہب کی پابندی جان و دل سے کرتا اور چاہتا ہے کہ دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے مگر اپنے دائرہ مذہب سے ایک اینچہ گھٹے نہ بڑھے۔ دوسرے کا مذہب لاکھ اچھا ہو مگر اُس کو آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ مگر افسوس ہے ہم پر اور ہماری عقلوں پر کہ جب کبھی کوئی دینی مسئلہ بیان کیا جاتا ہے تو نہایت شدومد سے اوس کا فلسفہ دریافت کیا جاتا اور کہا جاتا ہے کہ بھائی! ہمارے مذہب کی بنیاد عقل پر رکھی گئی ہے جب تک اوندھی سیدھی کوئی عقلی دلیل ذہن نشین نہ کی جائے اوس وقت تک قائل نہیں ہوتے۔ عمل تو درکنار۔ مگر ایری غیری رسم و رواج کو آنکھ بند کر کے بلا چون و چرا اپنے مذہب کو بالائے طاق رکھ کر بلا جبر و اکراہ اختیار کر لیتے ہیں۔ نہیں معلوم یہاں عقل کہاں مارے گئی؟ اگر اس کی کنہ کسی صاحب علم سے دریافت کر لئے ہوتے تو کم از کم اتنا تو معلوم ہو جاتا کہ یہ رسوم اسلامی نہیں ہیں۔ لاعلمی کی بدولت احکام شرعی جن کی تعمیل ہم پر لازمی تھی پس پشت رہ گئی اور رسم و رواج کی حکمرانی زیادہ استوار ہوتی گئی اب تو مصداق ؎

پابند ہیں رواج کے مذہب سے کیا غرض ۔ قرآن اور حدیث کے مطلب سے کیا غرض
(شہید دھلی)

ہم مسلمانوں کی مثال اب تو اونٹ سے بھی زیادہ بدتر ہے کہ مذہبی کوئی کل سیدھی ہی نہیں چنانچہ رسوم میت بھی ایسے ہی پہلے کچھ تو من گھڑت نام و نمود کے لئے جیسے ڈولے پر شامیانہ تاننا مولود شریف پڑھانا۔ عمل اسقاط میں غلہ و نقدی و قرآن مجید کے چند جلدیں مُلّا و موذن

وغیرہ کو میت کے کفارہ گناہ میں تقسیم کرنا۔

مخفی مباد کہ اس غیر شرعی عمل سے کلام اللہ کی کیسی سخت بےحرمتی ہو رہی ہے قرآن مجید کفارہ گناہوں کیلئے نہیں نازل ہوا بلکہ اس کو پڑھ کر دین و دنیا کی عقل حاصل کرنے کیلئے اگر قرآن مجید کی تلاوت سمجھ کر کئے ہوتے تو خود معلوم ہو جاتا لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی یعنی کوئی شخص دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا۔ کون کس کے گناہ اپنے سر لے گا۔ اور گناہگار کیفر کردار سے کیسے بچیگا۔ دوسرے اہل ہنود کے جیسے پیدائش کے بعد چھٹی۔ چھلہ شادی میں ہلدی۔ مہندی۔ اسی طرح مرنے کے بعد بھی انہیں کے رسوم رائج ہیں۔ مگر فرق ہے تو اتنا ہے کہ ان میں رسومات منجر بہ بدعات ہیں تو اس میں بوجہ اس کے کہ انسان کا یہ آخری کام ہے۔ منجر بہ بدعات جیسے تیجہ دہم وغیرہ۔ و شرک جیسے موت اگر چہارشنبہ کو واقع ہو گئی ہے تو جنازہ گھر سے جانے کے بعد دہی کی ہانڈی اس اعتقاد سے پھوڑنا کہ گھر میں چار اموات نہوں اور ایسا ہی چہارشنبہ کو زیارت آئے تو منگل کو اسی اعتقاد سے ادا کرنا کہ چار زیارتیں نہوں۔ یہ عقاید مشرکانہ نہیں ہیں تو پھر کیا ہیں؟

دنیا میں یہ مشہور بات ہے کہ موت حیات اللہ کے ہاتھ لاکھ کوشش کرو وقت پر آئی موت ٹل ہی نہیں سکتی اور نہ اس کو کوئی ٹال سکتا ہے جیسا کہ جناب اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۔ (یعنی) جس وقت موت آجائے تو ایک گھڑی گھٹتی بڑھتی نہیں۔ پھر بیچاری دہی کی ہانڈی کیا کریگی۔ اور منگل کیا بنا لے گا۔ کوئی اپنا سر بھی پھوڑ لے تب بھی آئی ہوئی موت رکی ہے نہ رُکے گی۔ مرنے والے ضرور وقت پر مر کر ہی رہیں گے۔

مسلمانوں کو چاہیئے کہ ایسے رسوم اعتقاد سے بہت جلد توبہ کریں۔ ورنہ شرک کی

نجات ہرگز نہ ہوگی اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذَالِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ - یعنی اللہ تعالیٰ مشرک کو ہرگز نہ بخشے گا ۔ اور شرک کے سوا دوسرے گناہ بخشے جائیں گے اور ایسے ہی ایصال ثواب کے لئے میت کی زیارت دسواں، بیسواں، چالیسواں، سہ ماہی، ششماہی و برسی کر کے دوسری برسی شعبان کی عید میں مردوں کے ساتھ ملا دینا۔ اور انہیں لوگوں کو تیجہ کی میوہ مٹھائی دسویں کا نان حلوہ چہلم برسی کی بریانی کھلائی جاتی ہے جو نماز جنازہ یا زیارت میں شریک تھے۔ جیسا کہ ہندو وقوع موت کے وقت یہی رسوم ادا کر کے وارڈیوس یا سرادوں میں ملا دیتے ہیں اور کھانے بھی اسی طریقہ سے کھلاتے ہیں۔ اور جواز زیارت یا تیجہ کے متعلق یہ حدیث استدلالاً پیش کی جاتی ہے کہ بخاری و مسلم شریف میں بی بی ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا نبی کریمؐ نے کہ جو عورت اللہ تعالیٰ و قیامت پر ایمان رکھتی ہے اس کو جائز نہیں ہے کہ کسی کے غم میں تین دن سے زائد سوگ کر کے سنگھار چھوڑے ہاں البتہ جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے اس پر فرض ہے کہ چار مہینے دس دن (عدت) تک سوگ میں رہے اور سنگھار چھوڑ دے۔ یہہ حدیث عورتوں کے سوگ کے متعلق صادر ہوئی ہے۔ مردوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اس میں یہ کہاں حکم ہے کہ موت واقع ہونے کے تیسرے دن مسجد میں لوگ جمع ہو کر ختم قرآن مجید کریں اور بوقت ختم قرآن ارگجے کے پیالہ میں گلاب کے ہی پھول ڈالے جائیں۔ اور حاضرین زیارت کو ہی میوہ مٹھائی چنے پھٹانے پان وغیرہ تقسیم کئے جائیں۔ اگر اس حدیث شریف کو زیارت کے اجازت کے متعلق سمجھا جاتا ہے تو دسویں۔ بیسویں و چالیسویں وغیرہ ادا کرنے کا کہاں حکم ہے۔ ختم قرآن مجید کا ایصال ثواب ضرور کیا جائے۔ مگر طریقہ وہی ہونا چاہئے

جس کو شریعت پسند کرے غرض ان رسوم کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں یہ رسوم مسلمانوں میں اہل ہنود کے میل جول سے عام طور پر رائج ہو گئے ہیں۔ اگر یہہ رسوم دینی ہوتے تو خدا و رسول انہیں واجبات میں شریک فرما کر حکم صادر فرمائے ہوتے مگر قرآن مجید و حدیث شریف و فقہ میں کہیں بھی ان کا ذکر تک نہیں ہے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ آنحضرتؐ و صحابۂ کرامؓ و تابعین و تبع تابعینؒ کے زمانہ میں ہزاروں لاکھوں مسلمان مرے مگر نہ کسی کی زیارت ہوئی اور نہ دہم و چہلم و برسی تو ایسے بدعتی رسوم کے کھانے کھلانے سے ایصال ثواب ممکن نہیں اور نہ ایسا کھانا خلاف شرع کسی بھلے مانس کو کھانا جائز ہے

عجب اصول ہیں دنیا میں دنیا داروں کے گناہ کرتے ہیں اور طالب ثواب بھی ہیں

یہہ سب رسوم اس واسطے ادا کئے جاتے ہیں کہ مردہ کو ثواب پہنچے اور اُس کے کرنے والے میت کے حق میں باقیات الصالحات سمجھے جائیں۔ مگر انصافاً رسوم مروجہ کا مقابلہ احکام شریعت سے کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ رسوم مروجہ میں تلاوت قرآن مجید مگر وہ بھی خلاف شرع اور دہم و چہلم کا کھانا کھلانا اور برسی کر کے ایصال ثواب ختم۔

اسلام میں ہر عبادت کا ثواب خواہ وہ بدنی ہو یا مالی مردہ کو پہونچایا جا سکتا ہے۔ اور اس کے علاوہ جس گھر میں موت واقع ہوئی ہے اُس گھر والوں کو اہل برادری و محلہ کو کھانا بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جس کو ہمارے یہاں حاضری کہتے ہیں۔

رسوم مروجہ خود ہی خلاف شریعت ہیں تو کہاں کا ثواب الٹے ایسے رسوم ادا کرنے والے ماخوذ ہوں گے۔ چنانچہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ خلافت میں ایک شخص عید گاہ میں قبل نماز عید نفل پڑھنا چاہا تو آپ نے منع فرمایا۔ جس پر وہ شخص بولا کہ یا امیر المومنین مجھے معلوم ہے کہ اللہ جل شانہٗ میری نماز پر عذاب نہ دیگا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے خوب

معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی فعل پر ثواب نہ دے گا تاوقتیکہ اس کا کرنا آنحضرت صلعم سے ثابت نہ ہو یا ترغیب نہ دلائی گئی ہو تو تیری نماز عبث ہوگی اور عبث حرام ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ مخالفت نبیؐ کی وجہ عذاب دے سہ

خلاف پیمبر کسے راہ گزید ٭ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

نماز جیسی عام عبادت کیلئے یہ احتیاط ہے تو دوسرے وہ کام کہ جن کا شرع شریف میں کہیں بھی پتہ نہ ہو اگر وہ انجام پائیں تو کیا وہ خالی از عذاب رہیں گے۔؟

لہٰذا مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ ایسے ایری غیری رسم و رواج کو چھوڑ چھاڑ کر شرعی ایصال ثواب کریں جس سے میت کو بھی ثواب ملے اور خود بھی عنداللہ ماجور ہوں۔ کیونکہ انسان مرنے کے بعد منقطع الافعال ہو جاتا ہے اوس سے کوئی نیکی ہو سکتی ہے اور نہ وہ اپنے گناہوں کی تلافی کر سکتا بایں وجوہ ورثا آل و اولاد کا فریضہ ہے کہ اُس کے نجات کے لئے ایصال ثواب کریں ضرور کریں مگر خالص لوجہ اللہ و اطاعت رسول اللہ میں صحیح ہو اگر دونوں میں سے ایک کی بھی کمی ہوگی تو بیکار ہوگا۔ جیسا کہ جناب باری جل شانہٗ کا ارشاد مبارک ہے وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ؕ یعنی جو کوئی شخص سوائے اسلام کے کوئی کام بھی دین سمجھ کر انجام دے (اگرچیکہ وہ لاکھ اچھا ہو) وہ ہرگز ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔

لہٰذا ذیل میں پہلے احکام حاضری اور بعدہٗ ایصال ثواب کے اسلامی طریقہ ملاحظہ فرمایئے

احکام حاضری

ف۔ عبداللہ بن جعفرؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اکرم صلعم نے کہ جعفرؓ کے گھر

گھروالوں کیلئے کھانا تیار کرو کہ اون پر ایسی مصیبت کا امر آیا ہے کہ جو اس سے اُن کو فرصت نہوگی۔ (ابوداؤد شریف)

۲۔ مسند امام احمد۔ ترمذی شریف۔ ابن ماجہ شریف۔ (کتب حدیث شریف) میں انہی حضرت سے مروی ہے کہ جو شخص مرجائے اس کے اہل وعیال کے لئے اس دن قرابت دار و اہل محلہ کھانا پکا کر اس کے گھر بھیجدیں۔

توضیح۔ ظاہر ہے کہ وقوع موت کے بعد اہل وعیال مغموم رہتے ہیں اور انہیں غم سے اتنی فرصت کہاں کہ جو اپنا کھانا آپ پکائیں اس لئے اہل برادری ومحلہ کو حکم ہے کہ براہ ہمدردی کھانا پکا کر بھیجدیں۔

۲۔ ہمارے یہاں حاضری کے کھانے میں عموماً موٹے چانولوں کی کھچڑی۔ دہی اور کچی مولی وغیرہ لازماً روانہ کی جاتی ہے حالانکہ بحالت غم رونے دھونے سے جسم میں برودت پیدا ہوجاتی ہے بعضوں کو روتے روتے برد اطراف ہوجاتا ہے دہی۔ مولی۔ مزاجاً ٹھنڈے ہیں ایسے وقت ان کے کھانے سے اندیشہ ہے کہ کھانے والے امراض باردہ میں مبتلا ہوجائیں۔ نہیں معلوم یہہ غذا اس وقت کے لئے کہاں سے تجویز کی گئی۔ حکم میں تو اس کی صراحت نہیں بلکہ جو کھانا میسّر ہو وہ پکا کر بھیجنا چاہیئے۔

حدیث شریف مصرحہ بالا میں جو الفاظ (ان پر ایسی مصیبت کا امر آیا) ایسے حاوی ہیں کہ دوسرے مصائب مثلاً گھر جل کر ڈھیر ہوگیا۔ یا ڈاکہ پڑکر لٹ گئے تو ایسے آڑے وقت میں بھی اس حکم رسالت کے تحت قرابتدار و اہل محلہ براہ ہمدردی کھانا پکا کر بھیج سکتے ہیں

اسلامی ایصالِ ثواب

ایصال ثواب کی تعریف اور اس کے اقسام کسی کام کا ثواب مردہ کو پہونچانا کہ اس سے مردہ کو فائدہ پہنچے اور

اس کے دو قسم ہیں:۔

الف ۔ روحانی جیسے دعا بخشش وخیر۔ **ب** ۔ اعمالی جیسے خیرات جاریہ وغیرہ
قرآن مجید سے ماں باپ کیلئے دعا مغفرت کرنا جیسے رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا
رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۔ یعنی اے میرے رب میرے والدین پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے میرے
بچپن میں مجھ پر رحم کیا ۔ اور ماں باپ اور دوسرے مسلمانوں کے لئے دعا کرنا جیسے
رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ (یعنی اے ہمارے
رب مجھ کو اور میرے ماں باپ اور سب ایمان والوں کو بروز حساب (قیامت میں) بخش دے۔
اور ایسا ہی ماں باپ بھائی و ایماندار مرد وعورت کے حق میں دعا مغفرت کرنا ثابت ہے
اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ بمصداق اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ قبول فرمائے گا۔ اور اس کے
علاوہ سورہ کہف میں جناب باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ
زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا
وَّخَيْرٌ اَمَلًا ۔ یعنی مال اور اولاد زندگی کی زینت ہیں اور باقیات الصالحات بہت بہتر ہے اللہ تعالیٰ
کے نزدیک ثواب میں اور یہ بہترین امید ہے چنانچہ اس اجمال کی تفصیل رسول اکرم صلعم نے
اس طرح فرمائی ہے کہ :۔

ف ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے جب کوئی آدمی مرجاتا
ہے تو اوس کا عمل کٹ گیا اور موقوف ہوگیا مگر تین چیزوں کے عمل سے موت کے بعد بھی
مثاب وماجور ہوسکتا ہے پہلے خیرات وصدقہ جس کا فائدہ ہمیشہ جاری رہ سکتا ہے مثلاً
تعمیر مسجد وسرائے وغیرہ ۔ رفاہ عام ۔ دوسرے فیضان علم کہ جس سے خلق فائدہ پائے
تیسرے نیک بخت بیٹا جو باپ کے واسطے دعا کرے (ابوداؤد شریف)

الغرض انسان موت کو ہمیشہ پیش نظر رکھکر جس قدر جلد ہو سکے کار خیر کر جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ بے نام و نشان مرجائے۔ فی الحقیقت مردہ وہی ہے جس کے بعد کوئی نام و نشان باقی نہ رہے

ع زندۂ جاوید گشت ہر کہ نکو نام زیست ✿ کز عقبش ذکر خیر زندہ کند نام را

ف۔ ابو اسیدؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حاضر دربار رسالت تھے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم کوئی ایسی صورت بھی ہے کہ ماں باپ کے مرنے کے بعد ان کے ساتھ سلوک کرسکوں؟ تو آپ نے فرمایا ہاں چار باتیں ہیں (۱) ان کے حق میں دعا کرنا اور استغفار کرنا (۲) اُن کے قول و قرار کو پورا کرنا (۳) اُن کے دوست کی تعظیم کرنا (۴) جو ناتا انہیں کے واسطے سے ہو اُس کو جوڑنا۔ (ادب مفرد بخاری شریف)

توضیح۔ استغفار یعنی اللہ تعالیٰ سے بخشش کے لئے دعا کرنا کئی قسم کا ہوتا ہے۔ جیسے تلاوت قرآن مجید نفل نماز و روزہ۔ خیر خیرات۔ کھلانے پلانے سے تو آل و اولاد کا فریضہ ہے کہ ماں باپ کی بخشائش کے لئے دعا و ایصال ثواب کیا کریں۔

الف۔ عبادات بدنی کا ایصال ثواب۔

(۱) تلاوت قرآن مجید

ف معقل بن یسار سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ (جب کوئی مرنے لگے تو) یسین شریف پڑھو

توضیح۔ تاکہ اسکی سماعت کی برکت سے سکرات کی تکلیف میں تخفیف و اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو (ابوداؤد شریف)

عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب کوئی مرجائے تو جلدی دفن کرواور دفن کے بعد سرہانے سورہ بقر کی ابتدائی آیتیں (الم سے مفلحون تک) اور پائینی طرف سورۂ بقر کا خاتمہ (آمن الرسول آخر تک) پڑھو (بیہقی شریف)

ف۔ آنحضرت صلعم ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنے مردوں پر سورۂ یسین شریف پڑھو (ابوداؤد شریف)

ف۔ انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو شخص قبرستان میں سورۂ یسین شریف پڑھے

تو مردوں کو اس دن عذاب میں تخفیف ہو گی اور پڑھنے والے کو بقدر اموات (جو اس قبرستان میں مدفون ہوں) نیکیاں ملیں گے (دار قطنی شریف)

ان احادیث شریفہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ مردوں کو تلاوت قرآن مجید کا ثواب پہنچتا ہے اگر وہ جنتی ہیں تو ان کے مدارج میں اضافہ ہوتا ہے۔ اگر دوزخی ہیں تو اُن کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے

مگر تیسرے ہی روز بنام زیارت مقرر کر کے قرآن مجید ختم کرانا اور قرآن مجید پڑھنے والوں کو میوہ مٹھائی و چائے وغیرہ معاوضہ دینا اور ایسے ہی حافظ کو اجرت دیکر قبر پر قرآن پڑھوانا ٹھیک نہیں ہے کیونکہ جب قرآن مجید پڑھنے والے معاوضہ پالئے تو وہ ثواب کے مستحق نہیں رہے۔ تو پھر مردہ کو کیا بخشیں گے

چنانچہ ہدایہ (جو فقہ کی ایک مستند کتاب ہے) میں روایت ہے کہ فرمایا رسول اکرم صلعم نے کہ نہ کھایا کرو تم اجرت قرارت قرآن سے جیسا کہ قبر پر قرآن خوانوں کو مزدور رکھتے ہیں اسکا ثواب میت کو نہ پڑھنے والے کو

اس حدیث شریف سے دونوں امور یعنی تیجہ میں میوہ مٹھائی دیکر اور قبر پر مزدوری دیکر ختم قرآن مجید کرانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ہاں البتہ میت کے اقارب احباب بلا تعین دن یعنی مرنے کے بعد کسی بھی دن للہ قرآن مجید پڑھکر مردہ کو بخشیں تو انشاء اللہ تعالیٰ ایسی تلاوت قرآن مجید کا ثواب اللہ تعالیٰ مردہ کو دے گا اور تلاوت کرنے والے بھی ماجور ہوں گے۔

ف۔ دار قطنی شریف (جو حدیث شریف کی معتبر کتاب ہے) میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت سے عرض کیا کہ وہ اپنے والدین کے مرنے کے بعد اون کیساتھ کیسی نیکی و احسان کرے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اپنی نماز کے ساتھ اُن دونوں کیلئے (نفل) نماز پڑھے اور اپنے روزہ کے ساتھ اُن دونوں کیلئے (نفل) روزہ رکھے

ف۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت آنحضرتؐ سے عرض کی کہ میری ماں پر رمضان شریف کے روزہ ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اگر تیری ماں پر قرضہ ہوتا تو کیا ادا نہ کرتی؟ اس عورت نے عرض کیا کہ ضرور ادا کرتی۔ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا قرضہ (روزے) ادا کرنا زیادہ احق ہے۔ (مسلم شریف)

ف۔ ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت کو سمندر کا سفر درپیش تھا اور اس نے نذر مانی

مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ اس سے نجات دیگا تو ایک مہینے کے روزے رہیگی اللہ تعالیٰ نے اس کو نجات دی مگر وہ روزے نہ رکھ سکی حتیٰ کہ مرگئی بعدہٗ اس کی بیٹی یا بہن نے آنحضرتؐ سے عرض کرنے پر آپؐ نے فرمایا تو اس کے طرف سے روزے رکھ لئے۔

عبادات مالی کا ایصالِ ثواب

(۱) فریضۂ حج

ف۔ ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور انور صلعم سے عرض کیا کہ میرا باپ بلاحج مرگیا ہے کیا میں اُس کے طرف سے حج ادا کروں؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر تیرے باپ پر قرضہ ہوتا تو کیا ادا نہ کرتا؟ اُس نے عرض کیا ضرور ادا کرتا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اُس کے طرف سے فریضہ حج ادا کردے (نسائی شریف)

ف۔ بریدہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے خدمت میں ایک عورت حاضر ہوکر عرض کی کہ میں نے اپنی ماں کی طرف سے ایک لونڈی آزاد کی تھی (میری ماں مرگئی ہے) تو آپؐ نے فرمایا کہ تیرا ثواب ثابت ہوگیا پھر عرض کی کہ میرے ماں باپ پر ایک مہینے کے روزے ہیں تو کیا میں اُن کے طرف سے روزے پورے کرسکتی ہوں؟ تو آپ نے فرمایا تو اُن کے طرف سے روزے رکھ لے۔ پھر اُس عورت نے عرض کی کہ میری ماں نے کبھی حج بھی نہیں کیا تو کیا میں اوس کے طرف سے حج کروں تو آپؐ نے فرمایا تو اوس کی طرف سے حج کرلے (مسلم شریف)

(۲) قربانی کا ایصالِ ثواب

ف۔ حنشؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب علی کرم اللہ وجہٗ کو میں نے دو دنبے ذبح کرتے ہوئے دیکھ کر دریافت کیا کہ دو دنبے کیسے؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے مجھے

وصیت فرمائی ہے کہ میں آنحضرتؐ کے طرف سے بھی قربانی ادا کیا کروں اس لئے میں اپنی
~~قربانی ادا کیا کروں اس لئے میں~~ اپنی قربانی کے ساتھ آنحضرتؐ کے طرف سے بھی قربانی ادا کرتا ہوں
(ابوداؤد شریف)

(۳) رفاہ عام کا ایصال ثواب

ف۔ سعد بن عبادہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے اس کیلئے کون سا صدقہ افضل ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا پانی چنانچہ میں نے ایک کنواں کھدوا کر کہا کہ اس کا ثواب سعدؓ کی ماں کو پہنچے۔ (ابوداؤد شریف)

ف ترمذی شریف سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ میری ماں کا انتقال ہوگیا ہے اگر میں اس کے طرف سے صدقہ دوں تو کیا اس کو نفع پہونچے گا؟ تو آپؐ نے فرمایا ہاں تو اس شخص نے ایک باغ راہ خدا میں صدقہ کر دیا۔

(۴) کھلانے سے ایصال ثواب

ف۔ عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص رمضان شریف میں بیمار ہو کر مر جائے تو اس کے جانب سے مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے کیونکہ اس نے مرض سے صحت نہیں پائی اگر نذر ہے تو اس کے طرف سے اُس کا ولی پورے کرے۔

ان تمام احادیث شریفہ سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ میت کے انتقال کے بعد سے لیکر اُس کے ورثار اپنی حیات تک ایصال ثواب خواہ عملی جیسے تلاوت قرآن مجید نفل نماز و نفل روزے وغیرہ۔ خواہ مالی جیسے حج بدل۔ قربانی۔ غلام باندی آزاد کرنے۔ کھلانے پلانے کپڑا و نقدی۔ یا کوئی رفاہِ عام کا کام جس سے عامہ خلائق کو فائدہ پہونچے۔ مثلاً مسجد۔ کنواں سرا۔ مدرسہ وغیرہ بنائیں۔ یا کسی دینی کام جیسے قرآن مجید و حدیث شریف و فقہ کے

کے کتابیں چھپوا کر للہ تقسیم کریں یا کسی یتیم کی پرورش و خبر گیری یا کسی مسلمان مرد یا عورت کی دینی ضرورت پوری کریں حتیٰ کہ اپنے مُردوں کو اول و آخر درود شریف پڑھ کر دعاؤں میں شریک کرکے اون کے بخشش کے لئے دعائیں کریں مگر طریقہ وہی ہونا چاہیئے کہ جس کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ والتسلیم نے تعلیم فرمایا ہے یعنی حلال مال سے خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کے نام پاک پر اُسکی خوشنودی و رضامندی کیلئے خیرات کرکے میت کو اُس کا ثواب پہنچائیں اُس میں دن تاریخ مہینے اور وقت کے قید کی ضرورت نہیں کیونکہ سوائے نماز روزے کے ہر ایصال ثواب کیلئے روپیہ کی ضرورت ہے۔ اگر وقت مقرر ہو جائے اور روپیہ پاس نہ ہو تو تاریخ مقررہ ٹالدینا پڑے گا۔ یا بدنامی کے خوف سے قرضہ لاکر ایصال ثواب کرنا ہوگا۔ پھر آجکل قرضہ حسنہ کون دے سودی قرضہ سے ایصال ثواب کرنا گو یا نیکی برباد گناہ لازم اور دن تاریخ مقرر کرنا خلاف شریعت بھی ہے۔ چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ سے یہ استفتاء کیا گیا کہ خدا کے نام پر کھانا پکوا کر ماہ ربیع الاول میں آنحضرت صلعم اور ماہ محرم میں حسین رضی اللہ عنہ کا ایصال ثواب کرکے کھلانا جائز ہے یا نہیں؟ مولانا نے یہہ جواب دیا ہے کہ "انسان اپنے کام کا مختار ہے۔ اپنا ثواب عمل بزرگان دین یا کسی کو بخش سکتا ہے۔ مگر اس کیلئے دن تاریخ۔ مہینے۔ وقت مقرر کرنا بدعت ہے۔ مگر ہاں ایسے وقت یہہ ایصال ثواب کیا جائے کہ جس میں ثواب زیادہ ہو مثلاً ماہ رمضان میں بندہ مومن کا عمل ستر درجہ اور اوقات سے زیادہ ثواب رکھتا ہے کیونکہ آنحضرت صلعم نے بقول سیدنا علیؓ اس پر ترغیب دلائی ہے۔ جس بات پر شارع کی ترغیب نہ ہو وہ فعل عبث ہے اور عبث یعنی مخالف سنت حرام ہے پس اس کا کرنا ناجائز۔ اگر اس پر بھی دل چاہے تو بطور مخفی خیرات کرے"

(فتاویٰ عزیزیہ صفحہ ۲۴۴ مطبوعہ کنز العلوم حیدرآباد)

ایصال ثواب کی نیت

جو بات دل میں آتی ہے وہی نیت ہے اور اسی پر اللہ تعالیٰ کی نظر ہے جیسا کہ ارشاد ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلٰکِنْ یَنظُرُ اِلٰی قُلُوبِکُمْ وَ نِیَّاتِکُمْ۔ یعنی بیشک اللہ تعالیٰ نہیں دیکھتا تمہاری صورتیں بلکہ دیکھتا ہے تمہارے دلوں اور نیتوں کو

چنانچہ اسی کا خلاصہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ یعنی ہر کام کا دارومدار نیت پر ہے۔ تو ایصال ثواب کیلئے بدل اللہ تعالیٰ سے یوں عرض کرے کہ پروردگار عالم یہ کھانا یا کپڑا یا نقدی جو چیز بھی ہو تیرے نام پر خیرات کرتا ہوں یا کرتی ہوں تو اس کو قبول فرما کر اس کا ثواب میرے ماں باپ کو (یا جن کے نام پر پہونچانا ہو اس کا نام لیا جائے) پہنچا تو انشاء اللہ تعالیٰ ضرور اس میت کو ثواب پہونچے گا۔

چنانچہ ادب مفرد بخاری شریف میں ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی میت کا درجہ بلند کیا جاتا ہے تو وہ عرض کرتا ہے کہ اے میرے رب یہ کیا (سرفرازی) ہے تو اس سے کہا جاتا ہے کہ تیرے لڑکے (ورثاء) نے تیرے لئے استغفار کیا (استغفار کی صراحت اوپر کردی گئی)

ایصال ثواب کے کھانے پر فاتحہ

جبکہ اہل ہنود اپنے بڑوں کا واڑ دیوس یا سرادین یعنی برسی کرتے وقت گھر لیپ کر چوکھا جماتے اور اس پر اچھوتے کھانے کے برتن رکھتے اور لوبان جلا کر برہمن سے منتر و شلوک پڑھایا کرتے ہیں۔ اسی طرح لاعلمی سے ہندوستان کے مسلمان بھی انہیں کے دیکھا دیکھی اسی انتظام سے کھانے کے ایصال ثواب کے موقع پر عود و لوبان جلا کر کھانے پر فاتحہ (سورہ فاتحہ و قل) مُلّا سے پڑھایا کرتے ہیں حالانکہ اسلام میں کھانے پر فاتحہ خوانی کا حکم کسی کتاب میں بھی نہیں نہ مروجہ عرب ہے۔ بخلاف اہل ہنود مسلمانوں میں متعدد طریقہ سے ہر

عبادت بدنی و مالی کا ثواب مردوں کو بخشا جاتا ہے جس میں کھانا بھی داخل ہے۔ اگر فاتحہ خوانی مذہبی ہوتی تو جیسا کہ کھانے پر فاتحہ پڑھی جاتی ہے ویسے ہی کپڑے۔ نقدی خیرات وغیرہ تیاری کنواں وسرائے وغیرہ پر بھی پڑھنا ضروری تھا اور نہ صرف کھانے پر فاتحہ پڑھنا ترجیح بلا مرجح ہے

۲۔ جبکہ کھانے پر فاتحہ پڑھنے کا کوئی حکم نہیں ہے تو یہ فاتحہ پڑھنا فعل عبث اور عبث حرام ہے ایصال ثواب کے لئے محض خالص نیت حسب صراحت بالا کافی ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ قرآن مجید کی یہہ شان نہیں ہے کہ وہ یوں کھانے پر پڑھا جائے۔ کیونکہ غلہ کا نشوونما کھاد پر منحصر ہے اور کھاد میں مغلظات شریک رہتے ہیں۔ اور اُس کے کھانے کے بعد جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے وہ نہایت درجہ نجس العین ہے اور قرآن پاک از سر تا پا پاک اور وہ کلام الٰہی ہے ایسی مقدس چیز کا کھانے پر تعظیماً کھڑے ہوکر پڑھنا سخت بے ادبی ہے۔

چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنے فتاویٰ عزیزیہ کے صفحہ ۳۴۲ میں فرماتے ہیں کہ کھانے پر قرآن مجید پڑھنا بے ادبی ہے۔

ایصال ثواب کے کھانے کے مستحق

ایصال ثواب کے کھانے کے مستحق صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ طَعَامُ الْمَیِّتِ یُمِیْتُ الْقَلْبَ یعنی میت کا کھانا دل کو مار ڈالتا ہے۔ واقعہ بھی یہی ہے کہ یہ کھانا اللہ تعالیٰ کے نام خیراتی کھانا ہے جس کا ثواب مردہ کو بخشا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا وہی بندہ اس کھانے کا مستحق ہے جو اُس کے نام پر توکل کئے بیٹھا ہے جس کو مسکین یا فقیر کہتے ہیں نہ کہ صاحب دولت چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ اَلصَّدَقَۃُ لَا تَحِلُّ لِلْغَنِیِّ یعنی صدقہ کا مال کھانا مال داروں کو حلال نہیں ہے اور شیخ عبدالحق صاحب دہلوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب جامع البرکات میں لکھتے ہیں کہ جو کھانا

ایصال ثواب کے لئے کھلایا جائے وہ فقط مسکینوں و محتاجوں کا حق ہے۔ چنانچہ اکبر علیہ الرحمہ نے اس مضمون کو ایک شعر میں ادا کیا ہے ؎

حکم دیتا ہے مجھ کو اُس کا دین ٭ اس لئے کی ہے دعوت مسکین

مگر فقرا و مساکین بھی ایسے ویسے نہ ہونا چاہیئے بلکہ نمازی متقی جیسے کہ مشکوٰۃ شریف میں ارشاد النبویؐ ہے کہ لَا یَاکُلْ لُقْمَتَكَ اِلَّا تَقِیٌّ۔ یعنی تیرا لقمہ بھی جو کھائے وہ پرہیزگار ہو الغرض ایصال ثواب کے کھانے کے متقی مساکین و فقرا مستحق ہیں۔ امرا و مالداروں کو یہ کھانا کھلانا محض بیکار ہے۔ ایسی دعوت میں نہ ان کو بلانا چاہیئے اور نہ خود ان کو جانا چاہیئے۔

ہندوستان میں اسی ایصال ثواب کے سلسلہ میں سالانہ مشاہیر و بزرگان دین کے اعراس ہوا کرتے ہیں جن کے حسن و قبح پر بھی ایک نظر شرعی ڈالنا ضروری ہے۔

اعراس

اعراس۔ عرس کی جمع ہے۔ عرس بلغت عربیہ میں اس کھانے کو کہتے ہیں کہ جو شادی و بیاہ کے موقع پر کھلایا جاتا ہے مگر یہاں مجازاً وہ کھانا مراد ہے کہ جو کسی بزرگ یا مشاہیر کے روز وفات سے سال بھر کے بعد فاتحہ دلا کر کھلایا یا تقسیم کیا جاتا ہے

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

۱۔ یہاں تو نہ صرف کھانا کھلانے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے بلکہ عرس کی تاریخ مقررہ سے قبل بذریعہ اشتہارات و اخبارات تاریخ و نظام الاوقات معینہ کی اطلاع دی جاتی اور دعوتیوں کے نام رقعہ جات تقسیم کئے جاتے ہیں کہ شرکت سے داخل حسنات ہوں۔ آپ پاشی غسل مزار کے بعد ایک بڑے مشہور و معروف مقام سے صندل

کا جلوس باجے گاجے فوج و مجمع کے ساتھ نہایت کروفر سے ذکر کلمہ طیبہ قدم بہ قدم کرتے ہوئے۔ زردوزی یا فقری بانے کے رنگ کے شامیانہ کے نیچے کشتیوں میں صندل کے شاہ کاسے اور مزار کا نیا غلاف اور پھولوں کے چادریں سرپوشوں سے ڈھکے ہوئے سجادہ صاحب یا ورثا، سر پر لئے ہوئے اس دھوم دھام و شان و شوکت سے جیسے کسی دولہے کی برات نکلی ہے بڑے بڑے بازاروں و سڑکوں سے گشت کرتے ہوئے مزار پر پہنچایا جاتا ہے پھر غلاف سابق علیحدہ کر کے مزار کی صندل مالی ہوتی اور تازہ غلاف اور اس پر پھولوں کے چادریں چڑھائی جاتی ہیں مگر اس صندل مالی مزار کا فلسفہ کچھ سمجھ میں نہ آیا کیونکہ صندل تو زندوں کے دردسر کے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے مگر ایک ایرانی شاعر تو یہ کہتا ہے ؎

نہ رود دردِ سر ہند پس از مردن ہم ٭ ہر سر قبر درین جاست پۓ صندل محتاج

دوسرا روز چراغوں کے نام سے موسوم ہے اُس روز بکثرت چراغیں روشن کئے جاتے اور بجلی کے قمقموں وغیرہ کی روشنی میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی جاتی اور اس روز دعوتیوں کو کھانا بھی کھلایا جاتا اور حصص بھی تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اور چراغوں کے روز ہزاروں تماشبیں و سینکڑوں زائرین کا مجمع رہتا اور اسی روز بیسیوں مرادمند بھی اپنی اپنی منتیں ادا کرتے ہیں اور دیہات میں اسی مقررہ روز پر ناریل پھوڑے جاتے اور جانور بھی ذبح کئے جاتے ہیں۔ جیسے جاترہ میں ہنود کرتے ہیں۔ تیسرے روز بعض جگہ ختم قرآنِ مجید مثل زیارت دن میں اور رات میں باسی چراغیں جلا کر عرس ختم کیا جاتا ہے

۲۔ اگر ان رسوم کو احکام شریعت کے روشنی میں دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پہلے تو اسلام ایسا سیدھا سادھا مذہب ہے کہ نام و نمود و نمائش و فضول خرچی کے کاموں سے

روکا گیا ہے اگر اس پر بھی دنیا میں کسی کا عرس منانے کے قابل ہے تو سب سے اول خاتم النبیین شفیع المذنبین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عرس منانا چاہیئے مگر آنحضرت کا کوئی عرس نہیں منایا جاتا بلکہ بخلاف اس کے ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا حضور انور صلعم نے

لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا وَصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ کُنْتُمْ

(ترجمہ: میری قبر کو مسرت گاہ مت بناؤ البتہ درود پڑھو مجھ پر بیشک وہ پہونچایا جاتا ہے مجھ کو تم جہاں کہیں بھی پڑھو۔ (مشکوٰۃ شریف باب الصلوٰۃ النبی)

جب سرور کائنات صلعم نے یہود و نصاریٰ کو ملاحظہ فرمایا کہ وہ اپنے اپنے بزرگوں وغیرہ کی قبروں پر سال بسال مثل عید کے میلے جماتے۔ اور ان کے قبروں سے منتیں۔ مرادیں مانگتے ہیں تو آپ نے اپنی اُمت کو یہ ارشاد فرمایا کہ تم میری قبر کو مسرت کی جگہ مت بناؤ۔ جیسے کہ عید کے دن اچھے اچھے کپڑے پہن کر خوشی خوشی ہر سال وقت مقررہ پر جمع ہوتے ہیں ایسا تم نہ کیا کرو۔ (کیونکہ قبر تو عبرت کدہ ہے اور اپنی موت کو یاد دلانیکی جگہ ہے) بلکہ مجھ پر درود پڑھا کرو تم جہاں سے پڑھو گے مجھے پہونچا دیا جائے گا۔

جبکہ آنحضرت صلعم کی قبر اطہر پر یہ بات منع فرما دیگئی ہے تو اس کی پابندی ہر مسلمان پر فرض ہے

۳۔ سرور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وصیت پر ہی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ عطا بن یسارؓ سے منقول ہے کہ آپنے پروردگار عالم سے یہ دعا مانگی کہ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُّعْبَدُ اِشْتَدَّتْ غَضَبُ اللّٰہِ تَعَالٰی قَوْمًا اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَاۗءِ ھِمْ مَسَاجِدَ (مشکوٰۃ شریف باب زیارت القبور) (ترجمہ) اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنا یو کہ پوجی جائے شدت سے۔ غضب ہو اللہ تعالیٰ کا ان پر کہ جنھوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجدیں بنالیں۔ جیسے مساجد میں نماز پڑھنا۔ اعتکاف بیٹھنا ثواب ہے ایسے ہی نماز کو

کے لئے پانی رکھنا۔ صفائی و فرش و فروش کرنا، چراغ روشن کرنا ثواب عظیم ہے اسی طرح اگلی امتیں یعنی یہود و نصاریٰ اپنے اپنے پیغمبروں کی قبروں پر بل مساجد انتظام کرتے ہوئے آنحضرتؐ نے ملاحظہ فرما کر اُدھر جناب باری تعالیٰ میں دعا فرمائی کہ میری قبر نہ پوجی جائے اور ادھر اُمت کو حکم فرمایا کہ ؎ بنانا نہ تربت کو میری صنم تم ٭ نہ کرنا مری قبر پر سر کو خم تم (حالی مرحوم)

۴۔ وصیت و دعا سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ آقائے نامدار صلعم نے اس معاملے میں اپنی اُمت کو کیا حکم فرمایا؟ ۔ جندبؓ سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ اَلَا وَاِنَّ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ کَانُوا یَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِیَائِھِمْ وَصَالِحِیْھِمْ مَسَاجِدَ فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اِنِّیْ اَنْھٰکُمْ مِنْ ذَالِکَ (ترجمہ) آگاہ رہو کہ جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ اپنے نبیوں اور صالحین کے قبروں کو مساجد بنائے پس تم مت بناؤ قبروں کو مسجدیں۔ میں تمہیں اس کام سے منع کرتا ہوں۔

اس حدیث شریف کے صدور سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضور انور صلعم نے کسی پیغمبر یا صالحین (جن میں اولیا و شہدا وغیرہ بھی شامل ہیں) کے قبور پر مسجد کے جیسے شایان شان کام کرنے کو منع فرمایا انتظامات عرس پر ایک نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ عرس میں بھی وہی انتظامات کئے جاتے ہیں جیسے صفائی۔ فرش و فروش۔ روشنی زاید از ضرورت۔ لوگوں کا وقت مقررہ پر بخوشی اچھے پوشاک پہنے جیسے ادائی نماز جمعہ یا عیدین کیلئے حاضر ہوتے ہیں جمع ہونا اور اس سے بھی سوا کام رقص و سرود و مینا بازار اور قوالی ہوا کرتے تھے۔ مگر الحمد للہ اس دور عثمانی وفیض رحمانی میں رقص و سرود و مینار بازار کا قیام اگرچہ مسدود ہو گیا ہے مگر قوالی تو ہوا کرتی ہے۔ جن کی اُمت میں ہمیں ہونے کا فخر حاصل ہے اُن کے حکم امتناعی کے بعد بھی کیا ہم ایسے تقاریب انجام دینے کے مجاز ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں۔

۵۔ آقائے نامدار صلعم نے پہلے وصیت بعدہٗ دعا اور پھر حکم امتناعی صادر فرمایا اور بالآخر

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ فرمایا نبی کریم صلعم نے لَعَنَ اللّٰہُ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِیْنَ عَلَیْھَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ (مشکوٰۃ شریف باب المساجد) ترجمہ لعنت فرمائی اللہ تعالیٰ نے اُن عورتوں پر جو زیارت کریں قبروں کی۔ اور جنہوں نے قبروں کو مساجد بنا کر قبروں پر چراغ جلائے

ان احادیث امتناعی ولعن وطعن کے پیش نظر کس کی جرات ہوسکے گی کہ جو حضور انورؐ کا سالانہ عرس منائے۔ یا اپنے بزرگوں کا عرس کرے۔ انہی احادیث ممنوعہ وغیرہ کی وجہ سے نہ خلفائے راشدین۔ و اصحاب ذوالاحترام و آئمہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین اور نہ غوثیت مآب سیدنا ومرشدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کا عرس ہوتا ہے اور نہ کسی بلاد اسلامیہ میں یہہ تقریب ادا کی جاتی ہے۔ تو یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر ہندوستان میں مسلمان کیوں اپنے بزرگوں کا عرس کیا کرتے ہیں؟ بادی النظر میں اس کا جواب یہی معلوم ہوتا ہے کہ جبکہ مسلمان ہندوستان آئے اُن سے ہندو نہایت خائف اور مجتنب رہا کرتے تھے مگر مسلمان ہندوستان کی شادابی سے ایسے مست و سرشار ہوئے کہ توحید کی نشہ رفتہ رفتہ کافور ہونے لگی اور زندگی کے لئے "بایں مردماں بباید ساخت" کا نظریہ پیش نظر رہا اور ہندوستانیوں کے ہر کام میں شریک رہکر ایسا میل جول پیدا کیا کہ ہندوستانیوں نے اپنے لڑکیاں مسلمانوں کو بیاہ دیں۔ مسلمانوں کے گھر یہاں کی لڑکیاں کیا آئیں کہ وہ اپنے دہیز میں سارے ہندوستانی رسوم وتہوار لیتی آئیں۔ اور ایک ایک کرکے بجائے رسوم اسلامی کے بہ تبدیل نام سب رسوم جاری کرالیں اور مسلمان ہندوستانی ہم دنیا و ہمسائیگی سے ایسے وابستہ ہوئے کہ اپنے وطن کے ساتھ ساتھ اپنے مذہب کو بھی طاق نسیاں میں رکھدیا۔ اور ہندوؤں کے ساتھ ایسے شیر وشکر ہوگئے کہ ع

"کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری"

۲۔ جس طرح یہود و نصاریٰ اپنے اپنے نبیوں و بزرگوں کے قبروں پر ہر سال میلے، جاتے منتیں مرادیں مانتے اسی طرح ہندوستان میں بھی ہنود اپنے اپنے اوتاروں و دیوتاؤں کی برسی کے موقع میں جاترا مناتے ہیں۔ پہلے تو مسلمان رواداری کو روا رکھکر تماشہ بینی یا ان کو خوش کرنے کے لئے جاتراؤں میں شریک ہونے لگے۔ ادھر ہنود نے بھی بڑے تپاک سے ان کا خیر مقدم کیا۔ اور ہر طرح کی آؤ بھگت سے پیش آئے اور اُدھر جاتراؤں میں جاتریوں کی آمد و رفت سے بڑی چہل پہل اور کثرت روشنی وغیرہ سے میلے جگمگاتے نظر آئے تو ان کے دیکھا دیکھی یا اُن کے خوش کرنے اور ان کی شرکت کی غرض سے آؤ دیکھے نہ تاؤ اپنے یہاں بھی بزرگانِ دین کے برسی کا طریقہ بنام مزد اعراس جاری کیا جن میں ہنود بھی بکثرت شریک ہوتے رہے مگر اب زمانے نے ایسا پلٹا کھایا کہ یہاں اعراس میں صرف مسلمان ہی مسلمان نظر آتے ہیں

دل دیا جان بھی دی دیدیا ایمان اپنا ہئے پر عزیز نہ ہوا ہائے وہ جاناں اپنا

۳۔ مختصراً عرس و جاترا کا مقابلہ ذیل میں کیا جاتا ہے تا کہ معلوم ہو سکے کہ اس کا مذہب پر کیا اثر پڑ رہا ہے۔

الف۔ جاترا میں دھپڑے۔ نوبت و نقارہ باجا بجنتر بجا کرتے ہیں تو اعراس میں نہ صرف زمانہ عرس بلکہ گنبدوں و مزاروں پر پختہ نقار خانے تیار ہیں۔ جن پر نوبت ہمیشہ باوقات مقررہ جیسے دیوڑیات وغیرہ پر بجا کرتی ویسے ہی بجا کرتی ہے۔ حالانکہ مشکوٰۃ شریف باب الخمر میں ابو امامہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا آقائے نامدار صلعم نے کہ بَعَثَنِي رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ وَاَمَرَنِي رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَالْمَزَامِيرِ وَالْأَوْثَانِ وَالصَّلِيبِ وَأَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ۔

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا مجھ کو رحمت اللعالمین وہادی العالمین اور حکم فرمایا مجھ کو میرے رب عزوجل نے معارف اور مزامیر کے اور بتوں وصلیب اور جہالت کے کاموں کو دفع کرنے کا۔

حضرت بانیٔ اسلام علیہ السلام نے اپنے بعثت کے وجوہ جو ظاہر فرمائے ہیں ان میں سے مسلمانوں کے لئے ترک رسوم جاہلیہ وترک باجوں کی پابندی لازمی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ رسوم جاہلیہ باجے گاجے نہ صرف شادی بیاہ میں بلکہ مزاروں وگنبدوں میں بجا بجا کر اعراس منائے جاتے ہیں۔

(ب) جاترا میں جاترائی (مرد وعورت) دور دور سے سفر کرکے عبادۃً شریک جاترا ہوا کرتے ہیں۔ جیسے پنڈھر پور کی جاترا میں۔ ایسے ہی زائرین (مرد وعورت) بھی دور دور سے سفر کرکے اعراس میں شریک ہوتے ہیں۔ مگر بروائت ابوسعید خدریؓ حضور انور صلعم فرماتے ہیں کہ

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی وَمَسْجِدِیْ هٰذَا

(ترجمہ) سفر نہ کیا جائے (عبادتاً وتعظیماً) سوائے تین مساجد کے (۱) مسجد الحرام یعنی کعبہ کی مسجد (۲) مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس کی مسجد (۳) میری یہ مسجد یعنی مدینہ منورہ کی مسجد۔

(مشکوٰۃ شریف باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ)

پہلے تو عورتیں بروایت ابن عباسؓ مصرحہ بالا زیارت قبور کے مجاز ہی نہیں ہیں بریں ہم اگر کوئی قصد کرے تو اس کے حق میں چار حروف (لعنت) صادر ہیں۔ اب رہ گئے مرد۔ انہیں عبادتاً وتعظیماً تین ہی مساجد کی طرف سفر کرنے کا حکم ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص ضرورتاً کسی مقام پر جائے اور وہاں کسی بزرگ کی مزار ہو تو بخوشی زیارت وایصال ثواب شرعی ادا کر سکتا ہے کیونکہ زیارت قبور سنت ہے جیسا کہ ابوداؤد

ابوداؤد شریف بارہ (۲۰) میں بریدہؓ کہتے ہیں کہ فرمایا آنحضرت نے کہ "میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا مگر اب قبروں کی زیارت کرو کہ وہ آخرت کو یاد دلاتی ہے۔

ج۔ جاترا کے چراغوں کے روز شب میں رت کشی بڑی دھوم دھام اور بہت روشنی اور گاجے باجے سے کی جاتی ہے۔ اور رت پر جاترائی اپنے بچے وارتے ہیں اسی طرح جبکہ دوازدہم شریف ومحرم الحرام میں محبوب کی مہندی وعلم وتعزیتوں کے شب گشت کے موقع میں مسلمان بھی اپنے اپنے بچوں کو ان پر سے اعتقاد سے وارتے ہیں کہ بچے کی باصحت وعافیت عمر دراز ہو اور اس کے صدقہ میں بچہ ہر بلا سے محفوظ رہے اور مزاروں کی مزار بوسی وغیرہ اس طرح کی جاتی ہے کہ حاضر موقع یہ سمجھ لیتا ہے کہ زائر مزار کو سجدہ کر رہا ہے۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْ۔

د۔ اسی جاترا کے موقع میں مراد مند جاترائی اپنے نذریں۔ جانوریں ذبح کر کے ادا کرتے ہیں ایسے ہی مسلمان بھی اپنی اپنی نذریں وجانوریں ذبح کر کے ادا کرتے ہیں (انشاء اللہ تعالیٰ اس کے بعد ہی نیاز نذر کے احکام بھی ملاحظہ میں پیش کئے جائیں گے) الغرض اعراس میں جس قدر رسوم ادا کئے جاتے ہیں وہی کم وبیش جاتراؤں میں بھی ادا کئے جاتے ہیں۔ حالانکہ اسلام میں ایصال ثواب کے احکام جو صادر فرمائے ہیں وہ کافی سے وافی ہیں ان کو چھوڑ کر ایسے ویسے رسوم کا ادا کرنا مسلمانوں کے شایان شان نہیں کیونکہ رسوم اعراس میں رسوم جاترہ کی مشابہت تامہ ہے۔ جس کے نسبت سرور کائنات صلعم کا ارشاد مبارک ہے کہ مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ یعنی جو شخص (اپنے کاروبار میں) جس کسی قوم کی مشابہت پیدا کرے گا اس کا شمار اسی قوم میں ہوگا اور چراغوں کے جلانے اور تکلفات میں جو لایعنی

اخراجات کیئے جاتے ہیں اس سے اسراف لازم آتا ہے۔ جس کی نسبت جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ۔

(یعنی) بیجا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔

اور پھر ادائی عرس میں توحید جس کے بل بوتہ پر اسلام کی بنیاد قائم ہے وہ باقی نہیں رہتی۔ کسی کو دیکھو تو مزار پر مقصد براری کے لئے عرضیاں آویزاں کر رہا ہے۔ کسی کو دیکھو تو مزار کے اطراف مثل طواف گھوم رہا ہے کسی کو دیکھو تو مزار کے پائیں پر بطور سجدہ پڑا ہوا منتیں مرادیں مانگ رہا ہے بقول اکبر علیہ الرحمہ ؎

نظر میں آیت اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ بھی رہے ؎ قبر کی پائیں پہ لیکن مری جبیں جھکا بھی رہے۔

شرک ایسی بلائے بے درماں ہے کہ اس کے ہوتے مسلماں کی کوئی عبادت وطاعت دخیر وخیرات تاوقتیکہ تائب نہ ہو۔ قبول نہیں ہوتی۔ اور نہ آخرت میں لائق نجات قرار پاتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ الآیہ

یعنی۔ بیشک اللہ تعالیٰ شرک جو اس کے ساتھ کیا جائے ہرگز نہ بخشے گا ماسوا شرک کے ہر گناہ بخشا جا سکتا ہے

۲۔ چنانچہ انہی احکام مقدسہ کے پیش نظر صوفیائے کرام وعلمائے ذوالاحترام نے اس تقریب عرس پر جو فتوے صادر فرمائے ہیں وہ بھی لائق ملاحظہ ہیں۔

فتوے

الف۔ حضرت مظہر جان جاناں علیہ الرحمہ جو ایک مشہور صوفیائے کرام سے ہیں۔ وہ اپنی کتاب معمولات مظہریہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "عرس سے جماعت صوفیا متقدمین کی مخالفت ہوتی ہے کہ وہ حضرات اس رسم سے پاک تھے۔ کیونکہ عرس میں تزئین مزار کے لئے فرش وفروش وغیرہ کے لئے سوال کرنا پڑتا ہے۔ اور کثرت

روشنی و چراغوں سے اسراف لازم آتا ہے۔"

(ب) آنفقیہ محترم حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب علیہ الرحمہ اپنی تفسیر مظہری میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔ وَلَا یَجُوْزُ مَا یَفْعَلُ الْجُهَّالُ بِقُبُوْرِ الْاَوْلِیَاءِ وَالشُّهَدَاءِ مِنَ السُّجُوْدِ وَالطَّوَافِ وَاتِّخَاذِ السُّرُجِ وَالْمَسَاجِدِ عَلَیْهَا وَمِنَ الْاِجْتِمَاعِ بَعْدَ الْحَوْلِ کَالْاَعْیَادِ وَیُسَمُّوْنَهٗ عُرْسًا۔ ترجمہ۔ جائز نہیں وہ کام جو جاہل اولیاء وشہدا کی قبروں پر کرتے ہیں۔ یعنی سجدہ اور طواف کرنا اور اس پر چراغیں جلانا اور مسجد بنانا۔ اور سال کے بعد اُن پر جمع ہونا مثل جمع ہونا عید کے دن کے اور نام رکھتے ہیں ان کا عرس۔

(ج) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہ محدث دہلوی اپنے فتاوائے عزیزیہ میں عند الاستفسار فرماتے ہیں کہ قبروں پر سب آدمی ایک دن مقرر کرکے اور کپڑے اچھے اچھے پہن کر بخوشی مثل عید قبروں پر جمع ہوتے ہیں۔ ناچ گانا اور باجا اور دوسرے ممنوعہ کام جیسے سجدہ، طواف قبروں کا کرتے ہیں۔ بیشک یہہ سب حرام اور ممنوع بلکہ بعض کام تو حد کفر کو پہونچتے ہیں۔ اور یہی محل دو حدیثوں کا ہے۔ وَلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا۔ وَاللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا الخ۔ یہ حدیثیں مشکوٰۃ شریف میں موجود ہیں۔

اتباع احادیث شریفہ و فتاوائے مندرجہ بالا کے مقابلہ میں صاحبانِ بصیرت رسوم اعراس کو ملاحظہ فرمائیں کہ اعراس مروجہ میں کیا یہی افعال ممنوعہ سرزد نہیں ہو رہے ہیں؟

جبکہ رسول اللہ صلعم پر ہم ایمان لائے اور عرصۂ محشر میں رسول اکرم صلعم کو شفیع المذنبین برحق مان لئے تو ہمارا فرض اولین ہونا چاہیئے کہ اطاعت رسول اللہ

جو عین اطاعت اللہ ہے بطیب خاطر و بلا چوں و چرا احکام رسالت پناہی کی تعمیل بسر و چشم کیا کریں جیسے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے ۔

مَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ۔

یعنی ۔ تمہارے رسول جو تمہیں (حکم) دیں اس کو لے لو (تعمیل کرو) اور جس سے تمہیں منع کریں اس سے باز رہو ۔ کیونکہ اس کے وثوق میں ربّ العزت فرماتا ہے کہ

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (ترجمہ) (رسول اللہ صلعم کوئی بات اپنی طرف سے بغیر وحی (حکم الہٰی کے) نہیں کہتے ۔ اس آیۂ کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ممانعت اعراس حسب الحکم جناب باری تعالیٰ شانہٗ صادر ہوئی ہے ۔ جس کی تعمیل ہم سب مسلمانوں پر ہر آئینہ فرض ہے ۔ ؎

ایں ہمہ از گفتۂ اللہ بود ⁂ گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

بزرگوں کا ایصال ثواب کھانے پر ہی منحصر ہے تو جس وقت موقع ملے اللہ تعالیٰ کے نام نامی پر کھانا پکا کر اس کا ثواب بزرگان دین کے ارواح طیبہ کو پہنچائیں ۔ اور کھانا غربا و مساکین کو کھلائیں ۔ باقی صندل کشی و چراغوں اور دیگر غیر شرعی لہو لعب سے توبہ کریں اور تمام مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ ایسے ممنوعہ رسم میں حسب فرمان الہٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ یعنی گناہوں اور زائید از شریعت کاموں میں مدد یعنی شرکت تک نہ کریں ۔

۲ ۔ آجکل اخباروں کے ذریعہ معلوم ہو رہا ہے کہ ہندو مسلمان جاترہ و عرس منانا چھوڑ کر (ڈے) یوم یعنی دن منا رہے ہیں جیسے اقبال ڈے ۔ اکبر ڈے ۔ ٹیگور ڈے وغیرہ ۔ یہ یورپین بدعت بجائے ہندوستانی بدعت کے روز بروز

ترقی پذیر ہو رہی ہے۔ جس سے نہ صاحب ڈے ہی کو کوئی نفع ہے اور نہ عامتہ الناس کا۔ کیا ہی بہتر ہوتا کہ مسلمانوں کے اس غلامی زمانے میں ان تقاریب (اعراس وڈے میں) میں جو رقومات لایعنی صرف ہو رہے ہیں وہ سب ایک جگہ جمع کر کے اس سے یتیموں کی نگہداشت کی جاتی اور انہیں حفظ قرآن مجید و دینی تعلیم دلائی جائے، تاکہ یتیم اغیار کے دست برد سے محفوظ رہیں اور اس تعلیم سے جبتک وہ زندہ رہیں گے اس کا ثواب ابدالاباد صاحبان مزار و القبور کو ملتا رہے گا۔ اور جو حضرات اس کار خیر کے اجرا میں عملی حصہ لیں گے انہیں بھی پروردگار عالم اجر عظیم عطا فرمائے گا ؎

مانو نہ مانو جان جہاں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

منت و نیاز و نذر اور اس کا کھانا

نذر کے معنی عہد و پیمان۔ اور نیاز کے معنی خواہش و آرزو اور منت کے معنی وعدہ جو خدائے پاک سے کیا جائے جیسے کوئی بیمار یہ وعدہ کرے کہ اسے بار الٰہا اگر میں صحت پاؤں تو تیرے نام پر بارہ مسکینوں کو کھلاؤنگا تو بعد صحت مسکینوں کو کھلانا واجب ہوا اگر نہ کھلائے تو گنہگار ہوگا۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ ایک غیر واجب عبادت کو اپنے پر واجب کر لینے کو نذر کہتے ہیں۔

۲۔ نیاز۔ نذر۔ منت۔ شرعاً سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہی سزاوار ہیں کہ وہ

سب کا صرف خالق ہی نہیں بلکہ رازق بھی ہے اور دہن وہ دولت وآل واولاد سے سرفراز فرمایا عزت وآبرو دیا صحت وعافیت بخشا۔ منہ مانگی مرادیں بر لاتا۔ اور آیندہ مانگنے پر دینے کا وعدہ فرماتا جیسے کہ اس کا ارشاد ہے کہ اُدْعُونِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ یعنی تم مجھ سے مانگو میں قبول کروں گا۔ اور حضرت رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہر چیز تم خدا ہی سے مانگو حتیٰ کہ اگر تمہارے نعلین کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اوسی سے مانگو۔ چنانچہ امجد صاحب نے اپنی ایک رباعی میں کس عمدگی سے اس کو ادا کیا ہے ؎

ہر چیز مسبب سبب سے مانگو ٭ منت سے خوشامد سے ادب سے مانگو
کیوں غیر کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہو ٭ بندے ہو اگر رب کے تو رب سے مانگو

یہ سب کو معلوم ہے کہ اسی قادر مطلق کے ید قدرت میں دنیا و آخرت کا نفع و نقصان سب کچھ وابستہ ہے اور اس کی کار فرمائی میں کسی کو کچھ دخل نہیں۔ مگر بایں ہمہ مسلمان کچھ تو لاعلمی اور زیادہ تر ظلمت صحبت ہم نشینوں کی وجہ سے ان کے دیکھا دیکھی یہ بھی اپنے بزرگان دین کی منت ونذر مانتے ہیں اگر ان سے کہا جائے کہ منت ونذر ونیاز سب اللہ تعالیٰ کے ہی شایان شان ہے اور غیر اللہ کے لئے یہ اگر ادا ہوں تو شرک ہے۔ ؎

خدا سے اور بزرگوں سے بھی منگنا ٭ یہی ہے شرک یارو اس سے بچنا

تو اس پر یہ جواب ملتا ہے کہ بزرگان دین گو خدا نہیں مگر یہ خاصان خدا اور خدا کے لاڈلے ہونے سے جو وہ چاہتے ہیں کر گذرتے اور ہماری مرادیں خدا سے سفارش کرکے پوری کراتے ہیں ؎

خاصان خدا۔ خدا نباشند ٭ لیکن ز خدا جدا نباشند

بیشک جو خاصانِ خدا ہیں وہ ہمیشہ یادِ الٰہی میں مستغرق اور اطاعت باری تعالیٰ میں بدل مصروف رہتے ہیں اور وہ ہر کام اس کے رضامندی کا بجا لاکر ہمہ تن اس کے ہو جاتے ہیں مگر۔ ع۔

جن کے رُتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

خدا سے جدا ہونے کے معنیٰ یہ نہیں ہیں کہ خدائی میں تصرف کر کے ماوشما کے مرادیں خدا سے سفارش کر کے بر لائیں۔ یہ حضرات دربارِ الٰہی میں بغیر اس کے رضامندی و اذن کے لب تک نہیں ہلا سکتے۔

بزرگانِ دین کے سوانح حیات و ملفوظات کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ کسی بزرگ نے یہ نہیں فرمایا کہ ہم خدائی کارخانہ کے مختار ہیں اور اللہ تعالیٰ سے سفارش کر کے تمہارے منہ مانگی مرادیں دلادیں گے۔ بلکہ یہ حضرات خدائے پاک سے ہمیشہ خائف اور ہر کام میں پابند شریعت۔ اپنے مریدوں اور معتقدوں کو بھی یہی سمجھایا جاتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ وہی ہر سختی کو آسان کرنے والا۔ رزق و اولاد دینے والا سب اس کے بندے اور اسی کے محتاج ہیں کوئی کام خلاف شرع نہ کرو۔ جو کوئی راہ سنت چھوڑا گمراہ ہوا۔

خلافِ پیمبر کسی راہ گزید ✿ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

خوش اخلاق و سلیم مزاج ایسے کہ اپنے تو اپنے بت پرستوں نے اپنے بت خانوں کو توڑ کر مشرف باسلام ہوئے۔

مگر افسوس کہ ان لاعلم مسلمانوں نے بزرگانِ دین کے نام پر ایسے ایسے

خلاف شرع کام کرکے بمصداق مرشد نمی پرند مریداں می پرانند ایسی بلند پروازیاں کیں کہ شرک کے دلدل میں پھنس گئے ؎

ناموں کو ہادیوں کے بے انتہا جھنجوڑا ٭ یاروں نے بت شکن کو بت ہی بنا کے چھوڑا

مجھ پر پانچ تال والے صاحب حضرت سید شاہ محی الدین بادشاہ صاحب قادری علیہ الرحمہ (اکبر مرحوم) کی بڑی مہربانی وعنایت رہا کرتی تھی اس لئے میں بھی ہمیشہ حضرت کے خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا چنانچہ ایک روز کا واقعہ ہے کہ حضرت کے خدمت فیضدرجت میں فوج کے ایک بہت بڑے سپاہ سالار حاضر ہوئے اور اثنائے گفتگو میں عرض کئے کہ حضرت وقت خاص میں میرے لئے دعا فرمائیں۔

مجھے خوب یاد ہے کہ حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ میاں تم سے مجھ سے کیا تعلق۔ تم کس جھاڑ کی مولی اور کس جھاڑ کے پتوئے ہو؟ کیا میں خدائی کارخانہ کا مختار ہوں کہ جس کے لئے جو چاہوں دعا کر بیٹھوں؟ اگر تمہارے پیٹ میں درد ہے تو تم خود اجوائن کھاؤ تو فائدہ ہوگا۔ اوس کی دعوت (ادعونی استجب لکم) عام ہے۔ اس کے اجلاس پر کسی کے وکالت کی ضرورت ہے اور نہ وہاں کوئی مختار۔ دونوں ہاتھ اٹھا کر رب العزت سے جو چاہو مانگ لو۔ اگر تمہارے مقدر میں ہے تو ضرور تمہاری منہ مانگی مراد بر آئے گی۔ اگر فقیر دعا کرے اور وہ تمہارے مقدر میں نہ ہونے سے بر نہ آئے تو تم ضرور یہ خیال کروگے کہ فقیر کی دعا کا کچھ اثر نہیں ہوا اور امیر مرحوم کا یہ شعر پڑھا ؎

ہوتی ہیں حاجتیں روا کس سے کریم کے سوا ٭ کرتے ہیں حرص آشنا غیر سے التجا عبث

دیکھیئے یہ کیسی سچی سیدھی بات ہے کہ جس کے پیٹ میں درد ہو وہ جوائن کھائے یعنی جس کو ضرورت ہو وہ اپنی فکر آپ کرے۔ اگر مسلمان اپنے آڑے وقت میں خود جناب باری تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کرکے منت مانے تو انشاء اللہ تعالیٰ قوی اُمید ہے کہ اُس کی منہ مانگی مراد بر آجائے کیونکہ اپنے جیسا کوئی پریشان و دردمند نہیں ہوتا اور ہمیشہ حالت پریشانی کی دعا ضرور قبول ہو جاتی ہے بخلاف اس کے اگر بزرگان دین سے منت یہ سمجھ کر مانی جائے کہ یہ بزرگ مقصد براری پر قادر ہیں تو یہ اچھا خاصہ شرک ہے۔ سہ

جو غیر خدا کو مانتا ہو قادر ✽ اکبر بخدا کہ وہ مسلمان نہیں

ایسے ہی عقائد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُهُم بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُشْرِکُوْنَ ۝ (سورۂ یوسف) ترجمہ۔ اور نہیں ایمان لائے بہت لوگ اللہ تعالیٰ پر حالانکہ وہ مشرکوں سے ہیں۔

یعنی وہ منہ سے تو کہتے ہیں کہ سب کا مالک و خالق وغیرہ خدا ہی ہے پھر اوروں کو بھی قادر سمجھتے ہیں۔

۲۔ یا اگر مراد مند بزرگان دین سے خدائے پاک کے دربار میں بذریعہ دعا سفارش کرانا چاہتا ہے تو تب بھی اس کا پایہ توحید سے ڈھل گیا۔ چنانچہ زمانہ جہالت میں ایسے ہی عقیدے پر اللہ تعالیٰ بعتاب ارشاد فرماتا ہے کہ وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَضُرُّهُمْ وَلَا یَنْفَعُهُمْ وَیَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا یَعْلَمُ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ایسوں کی پرستش کرتے (مانتے) ہیں کہ جو نہ اُن کا نقصان کرتے اور نہ نفع اور کہتے ہیں کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں (دریافت کیجئے اے محمد صلعم) اُن سے کہ کیا بتاتے ہو اللہ تعالیٰ کو جو نہیں جانتا وہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں پس اللہ تعالیٰ اُن کے ایسے شرک (مشرکانہ عقیدہ) سے پاک ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ شانہٗ نے ہمیں پیدا کیا اور رزق وآل واولاد دھن دولت سے مالا مال فرمایا پھر اس پر یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ یعنی ایسوں کی عبادت کہ جن کے قبضہ قدرت میں نفع ہے نہ ضرر اور نہ کوئی بارگاہِ الٰہی میں سفارش کرنے کا مجاز۔ بیشک قابل الزام ہے۔ عبادت صرف نماز روزہ حج وزکواۃ پر ہی منحصر نہیں ہے بلکہ ہر حکم الٰہی خواہ وہ عبادت سے متعلق ہو یا معاملات سے سب احکام الٰہی کی پوری پوری تعمیل وپابندی ہر مسلمان پر فرض عین ہے اور ہر قسم کی عبادت پروردگار عالم کے لئے ہی شایان شان ہے چنانچہ ہم ہر نماز میں اقرار کیا کرتے ہیں کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے (ہر کام میں) مدد چاہتے ہیں۔ جب ہماری ہر عبادت اور ہر کام کی اجرائی کا دارومدار ذات باری تعالیٰ شانہٗ سے ہی وابستہ ہے تو پھر اُس کے سوا دوسروں کے ساتھ خدائی فریضہ کا ادا کرنا بالکل خلاف اقرار اور مستوجب عتاب وسزا ہے۔ اگر ہم احکامات الٰہی کی تعمیل پوری کریں تو وہ خود بھی براہ بندہ نوازی وعدہ فرماتا ہے کہ تم بالراست جو ہم سے مانگو گے وہ ہم نہیں دیں گے۔ (اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ)

دیکھئے دنیا فانی ہیں ہم اور ہمارے سب خورد و بزرگ فانی۔ اور ہمارے مرادیں

وتمنائیں اور تمام آرزوئیں جو لہو لعب سے کم نہیں رہ نگئیں ہی سب ختم ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

بخلاف اس کے دین یعنی آخرت ایک ایسا مقام ہے کہ جہاں ابدالآباد رہنا ہوگا۔ اگر نیک ہیں تو گونا گوں نعمتیں و لذتیں حاصل ہوں گے اور وہاں نیکی پر جزاء اور بدی پر سزا صادر ہوگی اور دنیا ہی میں آخرت کے سنوارنے کا موقع ہے۔ اگر یہاں سینما و تماشہ بینی میں گذری تو یاد رہے کہ وہاں کفِ افسوس ملنے سے فائدہ نہ ہوگا۔ یہاں جو تخم عمل بویا جائے گا دہی وہاں درو کرنا ہوگا۔ اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃ ؎

گندم از گندم بروید جو ز جو ٭ از مکافات عمل غافل مشو

عمل کے ساتھ ساتھ علم کا ہونا بھی لازم و ملزوم ہے اگر علم نہ ہو تو عمل صحیح نہ ہو سکے گا۔ اور علم بغیر کسی اوستاد کے سامنے زانوئے ادب طے کئے حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہمارے بزرگان دین ہمیں علم سکھلا کر خدائے پاک کی رضامندی کا راستہ بتلاتے اور گمراہوں کو صراط مستقیم پر چلاتے ہیں۔

چنانچہ ہم نماز کی ہر رکعت میں صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ مانگتے ہیں اُس راستہ پر چلنے کی ہدایت فرما جن پر تو نے اپنی نعمت نازل فرمائی۔ اس سے ثابت ہے کہ بزرگان دین ہمارے ملجا و ماویٰ ہیں اگر ہم اُن بزرگوں کے طور و طریق پر عمل کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ ہمیں ضرور ملے گا فہو المراد ؎

تعلیم مذہبی کا نتیجہ ہی تو ہے ٭ بس مل گیا آسے جسے اللہ مل گیا (اکبر مرحوم)

اب غور کریں وہ لوگ جو بزرگان دین سے روزی روزگار آل و اولاد وغیرہ

کے لئے منتیں مرادیں مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ملنا بڑھکر ہے یا فانی اولاد وغیرہ کا بیشک بزرگان دین آفتاب علم وعمل ہیں جن کے نورانی کرنوں سے بندگان خدا منور ہوکر واصل حق ہوا کرتے ہیں۔ علامہ اکبر مرحوم نے اس مسئلہ پر کیسی اچھی روشنی ڈالی ہے ؎

کیا شک ہے آفتاب کے شان وجلال میں ÷ روشن تر اس سے کونسی شئے ہے خیال میں
لیکن نہیں وہ کچھ بھی موثر پس از غروب ÷ لازم ہے غور کیجئے اس مسئلہ پہ خوب
ہر چند تم خیال کرو آفتاب کا ÷ گوشہ بھی اٹھ سکے گا نہ شب کی نقاب کا
پوجو گے اس کو تب بھی وہ پھیرا نہ جائیگا ÷ اس کو پکارنے سے اندھیرا نہ جائے گا
انساں کا حال بھی مرے نزدیک ہے یہی ÷ تحقیق کی نظر ہو کرو ٹھیک ہے یہی
کتنا ہی کوئی صاحب اوج وکمال ہو ÷ کتنا ہی با اثر ہو کہ عالی خیال ہو
جب کر گیا جہاں سے وہ ملک عدم کو کوچ ÷ پھر اس سے کچھ مدد کا تصور ہے ہیچ و پوچ
قیوم وحی ذات ہے اللہ کی فقط ÷ زندہ ہمیشہ بات ہے اللہ کی فقط
سن لو کہ اتباع وادب اور چیز ہے ÷ مطلب کی لیکن ان سے طلب اور چیز ہے
آزردہ کوئی شیخ ہو یا برہمن خفا
حقانیت یہی ہے یہی ٹھیک فلسفا

الغرض بزرگان دین (اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل فرمائے) صرف ہمیں تعلیم اسلام سے ہی مشرف نہیں فرمایا بلکہ ہمیں ایسے طریقے سکھلائے کہ جن سے خداوند تبارک وتعالیٰ راضی ہوکر حیات ابدی ونجات سرمدی سے سرفراز فرمائے۔ ایسے محسنوں کے ادائی احسان کے لئے ہم بے نواؤں کے پاس بجز دعا خیر کے اور کیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے کہ تم اپنے

دعا مغفرت کے ساتھ ساتھ ان کے لئے بھی دعا مغفرت کیا کرو۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۠ ترجمہ اے ہمارے رب بخش ہمیں اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ایمان والوں کی طرف سے نہ ڈال ہمارے دلوں میں غل وغش یعنی کجی۔ (نہ ہم انہیں اپنے جیسا بندہ سمجھیں نہ تیرے جیسا خدا) اے رب تو ہی ہے نرمی والا مہربان۔

فتاوے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس نیاز ونذر منت اور اس کے کھانے کے متعلق؟

اس کے متعلق خلاصہ فتاوے ذیل میں لکھے جاتے ہیں تاکہ نیاز ونذر کے حسن و قبح معلوم ہو سکے۔

الف۔ خلاصہ فتوٰی نواب قطب الدین حنفی دہلوی علیہ الرحمہ شارح مشکوٰۃ شریف اپنی شرح موسوم بہ مظاہر حق کے صفحہ ۲۱۸ تا ۲۲۱ مطبوعہ طبع نولکشور بحوالہ فتاوائے عالمگیری ومائۃ مسائل مصنفہ مولانا اسحاق صاحب حنفی علیہ الرحمہ و بحر الرائق و درمختار ونقل فتوٰی مولانا رشید الدین خاں صاحب علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ نذر کرے کہ میری یہ حاجت بر آئے تو فلانے ولی کے نام پر اس قدر کھانا کھلاؤں گا یا اس قدر نقد دوں گا تو ایسی نذر بالاجماع باطل اور اس کا کھانا حرام ہے۔ البتہ یہ نذر کرے

کہ اگر اللہ تعالیٰ میری حاجت بر لائے تو فلاں ولی کے مزار کے خدام و فقراء کو کھانا کھلاؤں گا تو یہ نذر صحیح ہوگی اور اس کو پورا کرنا لازم ہوگا مگر خدام و فقراء کی قید باقی نہ رہے گی۔ جس فقیر کو کھلائے گا نذر پوری ہو جائے گی۔

(ب) خلاصہ فتویٰ مولانا رشید الدین خاں صاحب علیہ الرحمہ جس کا حوالہ نواب قطب الدین خاں صاحب علیہ الرحمہ نے دیا ہے وہ یہ کہ جو لوگ بزرگان دین کے تقرب و یا بر آمدی حاجات کے لئے نذر و نیاز و منت مانتے ہیں وہ بموجب احکام شرع شریف ناجائز اور کھانا اس کا مطلقاً ناروا اور بخلاف اس کے قربت الٰہی کے لئے نیاز کی جائے اور ثواب اس کا کسی بزرگ کو بخشا جائے تو اس کا کھانا اغنیاء کو ناجائز اگر ایصال ثواب عام مومنین کا ہو تو کھانا اس کا ہر بھوکے کو جائز ہے خواہ وہ امیر ہو یا فقیر۔

۲۔ دلیل الصالین میں لکھا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی بھی نذر نہیں ہوتی۔ اگر کسی نے انبیاء علیہ السلام یا کسی ولی کی نذر مانی تو اس نذر کا پورا کرنا لازم نہیں اگر وہ پوری کی جائے تو اس کا کھانا ناجائز۔ اگر جانور ذبح کیا جائے تو جانور مردار۔ اگر بسم اللہ بھی کہکر کاٹے تو کافر ہو جائے۔ اگر نذر کرے کوئی اللہ تعالیٰ کی اور اس کا ثواب کسی ولی یا آدمی کو بخشے تو یہ حلال و جائز ہے (مگر اس کے مستحق محتاج)

ج۔ خلاصہ فتویٰ فارسی مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ اگر کوئی شخص کسی جاندار کو کسی کی منت ٹھہرائے تو وہ جانور (کا گوشت) حرام ہو جاتا ہے۔ بزرگوں کی منت کا کھانا اور اولیاء کی درگاہوں میں بھجوایا ہوا کھانا

جس میں غیر اللہ کی نیت ہے اس لئے اس کا کھانا قریب قریب حرام کے ہی جیسے شیخ سدو کے گلگلے اور بو علی قلندر کے سہ منی وغیرہ مردوں کا نان حلوہ جو ایصال ثواب کے لئے کیا جائے۔ اگر اس کو اور کھانوں کی طرح متبرک نہ سمجھیں تو محتاجوں کو دیدیں تو ثواب کی امید ہے۔

۲۔ عاشورہ میں حلوہ کے قاب تعزیہ وغیرہ کے تخت پر رکھکر صبح آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔ پس یہ بہ سبب تعزیہ وغیرہ کے بلکہ حقیقی قبور کے آگے رکھنے سے بھی کفار و بت پرستوں کی مشابہت ہو جاتی ہے اس لئے اس کے کھانے میں کراہت (تحریمی) ہے۔

باری تعالیٰ شانہ کا فرمان واجب الاذعان

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۗ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۖ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ۗ (سورۃ انعام پارہ ۸) (ترجمہ) اور مت کھاؤ اس چیز سے (چیز میں جانور اور ہر کھانے کی چیز داخل ہے) جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا گیا (اللہ کا نام خالص دل میں و زبان سے لیا جائے یعنی نیت میں بھی اللہ ہی کے واسطے ہو اور بظاہر بھی بسم اللہ کہی جائے) اور اگر ایسا نہ ہو تو یقیناً فسق ہے۔ (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے) اور بیشک شیاطین اپنے دوستوں کو تعلیم کر رہے ہیں تاکہ یہ تم سے بیکار جھگڑا کریں۔ اور اگر (خدانخواستہ) تم ان لوگوں کی اطاعت (عقائد و افعال میں) کرنے لگو تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ۔ نعوذ باللہ من ذالک۔



خاتمہ

خاتمہ پر اس قدر عرض ہے کہ میں نے خوف خدا کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے اور اپنے متعلقین کے اصلاحِ حال کے لئے رسوم الاسلام قرآن مجید ۔ حدیث شریف ۔ حتی الامکان ایک جگہ جمع کر کے اس کا نام رسوم المسلمین رکھا مگر احباب کی فرمائش و تقاضہ پر آپ حضرات کے ملاحظہ میں بھی پیش کر رہا ہوں ۔ آپ حضرات بھی موجودہ ایری غیری منگھڑت رسوم پر غور اور اسلامی رسوم سے مقابلہ کریں کہ یہ کس قدر دور از شریعت ہیں ۔ پہلے تو فی زمانا مسلمان ہی اس قابل نہیں رہے کہ وہ جا بیجا مصارف برداشت کریں ۔ گیا وہ زمانہ ۔ جب مسلمانوں کے پاس زر و جواہر کی گنگا جمنا بہ رہی تھی ۔ مگر اب تو مسلمانوں کی جو تباہ حالت ہے وہ بچہ بچہ پر اظہر من الشمس ہے ۔ آمدنی محدود مگر اخراجات غیر محدود اور اس پر غیر شرعی رسوم تو انہیں اور تباہ و تاراج کر دیا ۔ اگر ایسی خستہ حالی میں بھی یہ نہ سنبھلیں تو خسر الدنیا و الآخرۃ کا مصداق پورا ہو گا ۔ یعنی دنیا و آخرت میں نقصان اُٹھانا پڑے گا ۔

اُمید ہے کہ آپ حضرات صحیح و سچی بات کے قبول کرنے میں دریغ

نہ فرمائیں گے۔ براہ کرم آپ ملاحظہ فرمائیں۔ بھائی بندوں، دوست احباب خواہ وہ ذکور ہوں یا اناث سب کو دکھائیں۔ سنائیں پڑھائیں دارین کا فائدہ اُٹھائیں۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

من انچہ شرط بلاغ ست باتو میگویم ٭ توخواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

۲۔ میں علمایان عالی مقام سے اُمیدوار ہوں کہ اگر اس رسالہ میں کہیں کوئی غلطی ملاحظہ فرمائیں تو مجھے مطلع فرمادیں تاکہ میں اس کی اصلاح بہ تشکر و امتنان کرسکوں۔

دُعَاء

اے بار الٰہا ہم دنیا کے منگھڑت رسم ورواج میں ایسے پھنس گئے ہیں کہ بغیر تیری مدد کے اس سے نکلنا بہت مشکل ہوگیا ہے۔ تو ہمیں راہ اسلام پر چلنے اور سنّت کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ہم گناہگار بندے تیرے محبوب کی اُمت میں ہیں تو ہمیں خیر الاُمت کے خطاب سے سرفراز فرمایا اس کی لاج تیرے ہی یدِ قدرت میں ہے۔

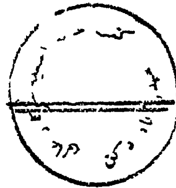
ایک بار ہمیں سنبھال دے اور میری اس تالیف کو قبول فرما کر میرے لئے باقیات الصالحات فرما اور میرے والدین۔ میرے اوستاد و مرشد و بھائی اور دوست احباب وغیرہ

کو بخش دے، آمین ثم آمین ؁

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

خادم المسلمین
ابو المجد محمد عماد الدین عفی عنہ

تمت بالخیر





بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تقریظ ماہر حقائق دین متین حضرت مولانا مولوی محمد عبدالحی صاحب ساکن دریچہ بو اہیلر دام اللہ برکاتہ وظلہ

رسالہ رسوم المسلمین مولفہ عالیجناب مولانا مولوی ابو المجد محمد عماد الدین صاحب کو میں نے

من اولہ الی آخرہ دیکھا۔ یہہ تالیف ضرور قابل قدر اور اس کا ایک ایک لفظ توحید و سنت

کی دعوت دے رہا ہے۔ اور موجودہ زمانہ میں یہہ مذہبی رسالہ بالکل نئی تالیف ہے جو لوح

قلب پر کندہ کرنے کے لائق اور ہر مسلمان پر اس کی تعمیل فرض عین ہے۔

اللہ تبارک تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق عمل اور مولانا کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

عبدالحی

۵ صفر المظفر ۱۳۶۲ھ

روز دوشنبہ

مصنف کتاب ہذا کی دیگر مطبوعات بھی ملاحظہ کیجئے

تنظیم المسلمین ۔ مسلمانوں کی تنظیم کس طرح ہو سکتی ہے مصنف نے قرآن و حدیث کو پیش نظر رکھ کر اس کتاب کی تکمیل کی ہے

دار المطالعہ المسلمین ۔ دار المطالعہ کیسا ہونا چاہیئے ۔ با لتفصیل مصنف نے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے

لباس المسلمین ۔ درحقیقت لباس ہی ایک ایسی چیز ہے جس کی وضع سے صحیح قومی تہذیب کا خاکہ دکھائی دیتا ہے ۔ ذرا سی تبدیلی سے معاشی اور تمدنی جو نقصانات ہوتے ہیں اس کا اندازہ کچھ وہی دل کر سکتا ہے جو اپنے میں احساس خود داری اور اللہ اور اللہ والوں کی محبت رکھتا ہے ۔ یہ کتاب بھٹکے ہوؤں کے لئے مشعل راہ ہے ۔

زیر طبع کتب

طعام المسلمین ــــــ مسلمانوں کا کھانا ــــــ

کسب المسلمین ــــــ مسلمانوں کی کمائی ــــــ

صید المسلمین ــــــ مسلمانوں کا شکار ــــــ

یہ تمام کتب حسب ذیل پتہ سے خط لکھ کر منگوائیے

ابو المجد محمد عماد الدین مجدؔ مددگار تعلقدار وظیفہ یاب حسن خدمت و سابق مہتمم محلات مبارک
رن ست پورہ حیدرآباد دکن